عالمانہ ناصحانہ دلائل ومسائل سے مزین آسان اور عام فہم زبان میں خطبات کا خزینہ

خطباتِ رحیمی

﴿جلد نہم﴾

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت رحؒ پرتا مبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت رحؒ جلال آبادی) بانی و مہتمم دار العلوم محمدیہ و خانقاہ رحیمی بنگلور

مرتب

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مهتمم دارالعلوم محمديه بنگلور

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خطباتِ رحیمی (جلد نہم) جدید ایڈیشن
خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ
مرتب	:	ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
سن اشاعت	:	۲۰۰۹ء، ۲۰۱۲ء
کتابت وتزئین	:	مولانا عبید الرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
تعداد	:	ڈھائی ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

﴿مرتب کا مکمل پتہ﴾

RAHEEMI SHIFA KHANA
#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)

Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	10
2	اظہار تشکر	11
3	توحید کی اشاعت میں اہل حق کی قربانیاں	13
	گذشتہ امتوں کا امتحان	14
	اہل حق کا مقصد	16
	صوفیا کا نصب العین اخلاق سنوارتا ہے	16
	کرامت کسے کہتے ہیں؟	17
	خطرہ کا علاج	18
	عصائے موسیٰ کا عمل	19
	ہماری تہی دستی کا حال	19
	اللہ تعالیٰ کے انعامات	20
	سلیمان علیہ السلام کا معجزہ	20
	بزرگ کی کرامت	21
	کرامت حق ہے	22
	قرآن پاک کا اثر تو یہ تھا	23
	دین کی خاطر اساطین امت کی بے مثال قربانیاں	23

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
4	قربانی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل	26
	تریسٹھ اونٹ ذبح کرنے کا نکتہ	28
	فربہ اور عمدہ جانوروں کی قربانی	28
	حضور ﷺ کی طرف سے قربانی	28
	قربانی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی ایک عظیم یادگار	31
	شیطان کا فریب دینا	33
	اسلام میں قربانی کا ثواب	35
	جانور کی قربانی کے ساتھ اپنے نفس کی قربانی دو	36
5	لایعنی گفتگو سے پرہیز اور ذکر اللہ کی کثرت کیجئے	38
	بلاسوچے کوئی کلمہ کہنا	39
	چار چیزوں کی مذمت	40
	خاموشی کی فضیلت	41
	فحش گو پر جنت حرام	42
	دلوں کو سکون اللہ کے ذکر سے ہی ملتا ہے	43
	گمان کے مطابق معاملہ	43
	تین آدمیوں کی دعائیں	44
	تلاوت قرآن سب سے بڑا ذکر	45
6	قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی فضیلت	47
	قرآن میں تدبر کیجئے	48
	بابرکت کتاب	50
	قرآن سے دوری امت کے زوال کا سبب	51
	دو اہم سبق	52

	الفاظ ومعانی دونوں کی حفاظت کا وعدۂ خداوندی	54
7	**قیامت کا ہولناک دن اور عرش الٰہی کا سایہ**	57
	عرش الٰہی کا سایہ کن کن لوگوں کو میسر ہوگا؟	59
	عرش الٰہی کا سایہ حاصل کرنے کیلئے آج سے ہی تیاری کیجئے	64
8	**معمار کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام**	66
	یہودیوں کا اعتراض	67
	مقام ابراہیم علیہ السلام	68
	حضرت ابراہیمؑ کی دعاء	69
	دعوتِ فکر وعمل	70
	خلیل اللہ آگ کے میدان میں	71
	حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	71
	اللہ کی جانب سے عظیم آزمائش	72
	شیطانی جال	72
	ملائکہ میں ہلچل	73
	جنت سے مینڈھا	74
	تعمیر بیت اللہ کا حکم	74
	حجر اسود کا حضرت آدمؑ سے کلام	75
	چند باتیں جو سب سے پہلے سیدنا ابراہیمؑ سے شروع ہوئیں	77
	معمار کعبہ کی ازواج واولاد	78
	معمار کعبہ کی تیسری بیوی	79
	معمار کعبہ کی وفات اور مدفن	79
	معمار کعبہ کو جنت کا پہلا لباس	79

	حضرت اسماعیل کا سب سے بڑا شرف	80
9	**محرالحرام کے روزوں کی فضیلت**	83
	محرم کے روزے	85
	یہودی بھی یومِ عاشورہ کی تعظیم میں روزہ رکھتے	86
	رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل عاشورہ کے روزہ کا قیام	87
	رمصان کے روزے کے بعد عاشورہ کا روزہ فرض نہیں	89
	روزہ خواہش نفس پر قابو پانے کا بہترین ذریعہ اور ہتھیار	90
10	**مسلمان کی ترقی میں رکاوٹ کے اسباب**	92
	مومن گناہوں پر خوش نہیں ہوتا	96
	اسلام سادگی کو پسند کرتا ہے	96
	حضرت بوعلی دقاق کی نصیحت	97
	دنیا سے دل لگانا دین سے دوری پیدا کرنا ہے	98
11	**محرم الحرام اور شہادت حسینؓ دو الگ الگ حقیقتیں**	101
	میت پر نوحہ اور ماتم کرنا حرام ہے	106
12	**جنت کا عکس قرآن کے آئینے میں**	110
	جنت کا طول وعرض	111
	نیکوں اور بدوں کا انجام	112
	دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا دوام	113
	اہل جنت باغ وبہار میں	113
	ہائے رے میرا مال	114
	باقی رہنے والے اعمال	115
	قیامت کی ہولناکی	117

	دنیا مومن اور کافر کی نظر میں	117
	قیامت کا منظر	118
	دنیا فانی ہے	118
	روزی مقدر سے ملتی ہے	119
	ستارے ذریعۂ امن وسلامتی	121
13	**یہود ونصاریٰ مسلمان کے دوست نہیں**	123
	عیسیٰ خدا کے بیٹے نہیں	124
	عیسیٰ کے معبود ہونے کی نفی	125
	عیسائی شہنشاہوں کی تاریخ ماضی	126
	عیسائی پوپ کی غلطیاں	127
	بنی کٹر نے بش کے سیاسی عزائم کی تکمیل کا سامان کیا	129
	مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ تاریخ	130
	یہودی مورخین بھی اسلام کے احسان مند ہیں	131
	من گھڑت داستانیں عالم اسلام کے ذخائر پر قبضہ کرنے کا راستہ	132
14	**نجات صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میں ہے**	135
	اب کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی	136
	جہلا کی اندھی تقلید	138
	حضور ﷺ کی امت کے لئے دعاء	139
	اہل علم اور بے علم برابر نہیں	141
	وہ لوگ جو آپ کی سنت کا انکار کرتے ہیں	142
	دور حاضر میں تین قسم کے لوگ	143
	حضرت حذیفہ بن یمان کا سوال	144

	قادیانی مسلمان نہیں	145
15	**ٹوتھ پیسٹ مسواک کا بدل نہیں، مسواک کی فضیلت اور اہمیت**	147
	پورے ہفتہ کے گناہ معاف	149
	مسواک کے فضائل	150
	مسواک کا طریقہ اور ضروری باتیں	151
	جس نے میری کوئی سنت زندہ کی وہ میرے ساتھ ہوگا	153
16	**مسلمانو! کلمۂ توحید کی بنیاد پر ایک ہو جاؤ**	155
	اسلام میں اجتماعیت ہے	157
	اسلام اجتماعیت کا نام ہے	158
	اجتماعیت پر کھانے کا ثواب بھی زیادہ	159
	اجتماعیت نصرت کا ذریعہ	161
	اندلس سے سبق حاصل کرو	162
	خلیفہ کو بوڑھے کی نصیحت	162
	مسلم ممالک سے سبق حاصل کرو	163
	اللہ تعالیٰ کی رسی کہاں ہے؟	164
17	**امام مہدی کا دور عدالت**	166
	امام مہدی کے ظہور کی بشارت	167
	امت محمدیہ کے لئے خوشخبری	168
	حضرت امام مہدی بیعت کریں گے	170
	امام مہدی کا زمانہ	172
	ایک حقیقت کی طرف اشارہ	173
	حبشہ کا بدنصیب شخص	174

	دجال کا ظہور	176
	شدید مصائب وآلام کی پیش گوئی	177
18	دعاء مانگنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے	179
	ہدایت اور رہنمائی کی حاجت	182
	دعا کے آداب اور طریقہ	182

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

خطبات رحیمی کی جلد ہشتم کا

انتساب

دادا جان قبلہ بزرگوار حضرت الحاج محمد عمران صاحب دامت برکاتہم جن کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر قائم ہے۔

دوسرے دادا جان (دادا جان کے بڑے بھائی) سادگی کے پیکر اور رقیق القلب مزاج جناب رفیق احمد صاحب مرحوم اور تیسرے دادا جان (دادا جان کے دوسرے بڑے بھائی) الحاج شریف احمد صاحب مرحوم کے نام معنون کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنے محبین میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین!

طالب دعا

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

دار العلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

جنوبی ہند

۵/مارچ ۲۰۱۲ء

اظہار تشکر

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی شُکْرِہٖ وَاِحْسَانِہٖ

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ اس ناکارہ کو مبارک کی توفیق بخشی میں نے ایک طالب علمانہ سعی کی۔ جس کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیا۔ کہ والد بزرگوار حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے خطبات کو منظر عام پر لانے جو سلسلہ شروع کیا تھا بحمد اللہ نہایت کامیابی کے ساتھ جلد نہم تک پہونچ چکا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سلسلہ مزید طویل چلائے اور حضرت والا کے خطبات مزید شائع ہوکر قارئین کرام کے ہاتھوں میں آجائیں۔

میں اپنے کرم فرما حضرت مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ دیوبند کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے خصوصی توجہ سے اس کو پایۂ تکمیل پہونچایا۔ عزیزم مولانا محمد عثمان حبان دلدار قاسمی، مولانا مفتی ارشد جمیل رشیدی، مولانا ظہیر احمد صاحب انصاری قاسمی، مولانا عبید الرحمٰن صاحب قاسمی نے ان خطبات کی اشاعت میں جو سعی فرمائی اس کے لئے بھی ممنون ہوں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ہم

سبھوں کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ حضرت والا کا سایہ عاطفت تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین! اور عوام وخواص کے لئے استفادہ کا ذریعہ بنائے آمین!

والسلام

طالب دعاء

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

دارالعلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

۵؍مارچ ۲۰۱۲ء بروز دوشنبہ بعد نماز مغرب

توحید کی اشاعت میں

اہل حق کی قربانیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَكَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قَاتَلَ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

اور بہت سے نبیوں کے ساتھ علماء حق نے جہاد کیا تو ان مصیبتوں سے وہ کمزور نہیں پڑے جو انہیں اللہ کے راستہ میں پہونچیں اور وہ نہ کمزور ہوئے اور نہ وہ تھکے نہ عاجز ہوئے۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا

معزز سامعین کرام اور عزیز طلبہ! اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے انبیاء علیہم السلام صدیقین شہداء اور صالحین نے تبلیغ دین اور اشاعت توحید کیلئے بڑی بڑی قربانیاں

دی ہیں کتنوں کو تو شہید کر ڈالا گیا کتنوں کو سخت سے سخت ایذائیں اور تکلیفیں دی گئیں حضرت زکریا علیہ السلام کو آرے سے چیر ڈالا گیا اور بنی اسرائیل نے تو بہت سے انبیاء کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ حَقٍّ. یعنی بنی اسرائیل کو جو طرح طرح کے عذاب دیئے گئے منجملہ وجوہات کے ایک بہت بڑی وجہ ان کا نبیوں کو قتل کرنا تھا سیکڑوں نبیوں کو ان لوگوں نے قتل کر دیا ابوداؤد جلد ثانی کے شروع میں ہے کہ کچھ صحابہ کرام نے کفار کی ایذارسانیوں اور تکلیفوں کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ گذشتہ امتوں پر تو ایسے مصائب وآلام کے پہاڑ کفار کی طرف سے توڑے گئے کہ زمین میں گاڑ کر آرا چلا دیا جاتا اور لوہے کی کنگھی سے ان کے سر چھیلے جاتے تھے۔

گذشتہ امتوں کا امتحان

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ. اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ. کیا تم لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک ان لوگوں کی طرح مصیبتیں تم پر نہیں آئیں جو تم سے پہلے گذر چکے ان کو سختی اور تکلیف پہونچی اور وہ لرز اٹھے یہاں تک کہ رسول اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے کہنے لگے اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سن لو اللہ کی مدد قریب ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے اور سخت سے سخت جسمانی اور ذہنی تکالیف برداشت کرتے رہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا. فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَائِیْ اِلَّا فِرَارًا. نوح

علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار میں اپنی قوم کو رات ودن پکارتا رہا، پھر میرے بلانے سے اورزیادہ بھاگنے لگے۔

آگے ارشاد باری تعالی ہے: ثُمَّ اِنِّی دَعَوۡتُهُمۡ جِهَارًا. پھر میں نے ان کو برملا بلایا: ثُمَّ اِنِّیۡ اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ وَاَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ اِسۡرَارًا. پھر میں نے ان کو کھول کھول کر کہا اور چھپ کر اور چپکے سے کہا، الغرض نوح علیہ السلام نے اشاعت توحید کیلئے بڑی ہی قربانیاں بلکہ سارے ہی پیغمبروں نے اپنی قوم کو راہ پر لانے کیلئے اور اللہ کا پیغام پہونچانے کے لئے بڑے ہی کڑوے کسیلے سنتے اور ظلمت وتاریکی کی وادیوں میں بھٹکے ہوؤں کو اور اصنام پرستوں کو اور طرح طرح سے دیوی مالاؤں کے پوجنے اور پرستش کرنیوالوں کو ہدایت کے نور اور توحید کے ضوء کی طرف دعوت دیتے رہے۔ پھر ان کی محنتیں کارآمد اور مفید ہوئیں اور ان کی اس محنت سے دنیا منور اور روشن ہوئی بالکل ایسے ہی جیسے کہ بجلی کی روشنی جب چلتی ہے تو اپنی حدیں بنالیتی ہے۔ مگر جب گھٹاٹوپ اندھیرا چھا جاتا ہے تو ایسی روشنی درکار ہوتی ہے، جو مشرق ومغرب اور جنوب وشمال کو منور کرے، پھر یہ نہیں کہ ختم ہوجائے بلکہ بڑھتی رہے، پھیلتی رہے۔

اہل حق نبی کریم ﷺ سے استفادہ کرتے ہیں اور اسی تجلی گاہِ قدس سے رابطہ رکھتے ہیں جنہیں فیضان ہوا، جن کی زبان نے ذکر کیا اور قلب نے تسبیح پڑھی وہ خاصانِ خدا ہیں اور جنہوں نے زبان سے ذکر کیا اور دل خاموش رہا وہ عوام ہیں۔

منازل عرفان طے کرنے کے لئے ہادی امم محمد ﷺ مرکزی نقطہ ہیں، جو کوئی بھی اس مبدأ نور سے روگردانی کرے گا اسیر ظلمت ہوجائے گا اور ٹھکرا دیا جائے گا خواہ ہوا پر اڑے یا پانی پر چلے، شیر پر سوار ہو، سانپ اور اژدھے کو زیر کرے یا آگ کے انگارے کھائے۔

اہل حق کا مقصد

اہل حق کی زندگی کا مقصد اور نصب العین یہ ہے کہ بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتائیں، عبد ومعبود کا رشتہ جوڑیں، قلب انسانی کو نجاستوں سے پاک کریں، کوتاہیوں اور غلطیوں کو درست کریں کہ یہی پیغمبرانہ عمل ہے اور یہی احساس درویشی ہے۔ شیخ ابو سعیدؒ جو کہ خاصانِ خدا میں تھے کسی نے ان سے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، فرمایا آسان ہے، جل مرغی بھی پانی پر چلتی ہے، کسی نے کہا کہ فلاں ہوا پر اڑتا ہے فرمایا کہ مکھی اور کوے کو بھی اڑنا آتا ہے۔ کسی نے کہا کہ فلاں ایک شہر سے دوسرے شہر میں گھڑی بھر میں پہونچ جاتا ہے فرمایا شیطان بھی مشرق، مغرب، جنوب شمال گھڑی بھر میں پہنچ جاتا ہے، ولی ہے جو لوگوں میں بیٹھے، لین دین کرے۔ میل جول رکھے، بیوی بچے ہوں اور پھر بھی ایک لمحہ خدا سے غافل نہ ہو۔ (اخبارالصالحین) حضرت معروف کرخی کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو فرمایا کہ یہ تو تحقیق ہوگیا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے خربوزہ کھایا ہے مگر یہ تحقیق نہیں ہوا کہ چھری سے کاٹ کر کھایا ہے یا ہاتھ سے توڑ کر کھایا ہے، جب تک یہ تحقیق نہ ہوجائے میں نہ کھاؤں گا۔ صحابہ کرام سے لے کر ہر محبّ رسول ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیجئے یہی حقیقت جھلکتی نظر آئے گی اور یہی وہ چیز ہے جسے صحیح درویشی کہتے ہیں۔ حضرت غوث پاکؒ کی یہ کیفیت تھی، اگر کسی کو خلاف شرع عمل کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس کی خصوصی کیفیت جو صوفیانہ ریاضت ومجاہدہ سے اس کو حاصل ہوتی تھی، ختم کردیا کرتے تھے اور وہ محروم رہ جاتا تھا۔ (سفینۃ اولیاء)

صوفیا کا نصب العین اخلاق سنوارتا ہے

یہ حال بے چارے عوام کا نہ تھا میرا ان درویشوں سے ہے جو شریعت کے

دائرے سے ہٹ جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا نصب العین انسانی اخلاق کا سنوارنا اور تبلیغ حق ہو تو اولیائے کرام کی شیفتگی اس مقصد محبوب سے کیوں نہ ہونی چاہیئے، جنبش وحرکت سے ہو، استقامت سے ہو، سفر میں ہو، حضر میں ہو، تلوار اٹھا کر ہو، تلوار کھا کر ہو، دیوانہ بن کر ہو، دیوانہ بنا کر ہو، کسی طرح ہو۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ مسجدوں اور بت خانوں میں بستیوں اور ویرانوں میں، خارستان اور گلزاروں میں، جہاں کہیں بھی یہ مردانِ خدا جاتے تھے اسی متاع گراں مایہ کی تلاش میں جاتے تھے۔ تلخیاں چکھیں، بھوکے رہے، گالیاں سنیں، رسوائیاں برداشت کیں، قید و بند کی سختیاں جھیلیں، کوڑے کھائے، زخموں پر نمک چھڑکا گیا لیکن طلب حق کی شیفتگی جوں کی توں رہتی تھی۔

ابن بطوطہ اسکندریہ میں حضرت برہان الدین سے ملا تو انہوں نے فرمایا ہندوستان جاؤ تو میرے بھائی فرید الدین سے پنجاب میں ملاقات کرنا سندھ میں رکن الدین سے، چین میں برہان الدین سے۔

سوچیئے! کہاں اسکندریہ کہاں چین اور ہندوستان، یہ بھی نہ بھولئے کہ یہ ذکر موجودہ دنیا کا نہیں ہے، جب کہ ہوائی طیارے مہینوں کی راہ گھنٹوں میں طے کرتے ہیں اور دخانی جہاز سمندر کا سینہ چیرتے کہیں سے کہیں پہونچ جاتے ہیں۔ یہ سب لوگ کسی سلطان کی سفارت پر نہیں آئے تھے بلکہ خدا کی سفارت پر دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہونچ چکے تھے۔

کرامت کسے کہتے ہیں؟

جن افعال کے اسباب ومحرکات سمجھنے میں فہم انسانی عاجز ہو جائے وہ کرامت ہے، انبیاء اور رسولوں سے ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں، خاصانِ خدا سے صدور ہو تو اس کا

نام کرامت ہے۔ مثلاً ایک آدمی کا کھانا سو آدمی کھالیں، اور پھر بھی بچ رہے، زمین پر جمے ہوئے درخت چل کر ایک دوسرے سے مل جائیں اور اوٹ کا کام دیدیں، ایک پیالہ پانی میں انگلیاں ڈالنے سے فوارہ اچھلنے لگے اور ہزاروں پیاسے سیراب ہو جائیں، سوکھے تھنوں کو ہاتھ لگاتے ہی دودھ کی دھاریں جاری ہو جائیں، چادر زمین پر پھینکی جائے تو سونا چاندی بکھیرنے لگے۔

خطرہ کا علاج

مگر کیا عقل انسانی نے باوجود ترقی کے حقائق کائنات کو سمجھ لیا ہے؟ جب تک عقل گم کرنے والے انکشافات کا ظہور نہ ہوا تھا حیرت انگیز چیزوں کی خبر سے انکار پر مائل ہو جانا قابل ملامت نہ تھا۔ مگر اب جب کہ سینکڑوں کوس سے انسان ایک دوسرے انسان سے بات کرسکتا ہے، ہزاروں کوس کے نغمے آن واحد میں ہر جگہ سرور وانبساط کی محفلیں گرم کرسکتے ہیں۔ سمندر پار کے بولتے آدمی، بیٹھے چلتے، پھرتے دکھائی دے سکتے ہیں، انسان ہوا پر اڑتا چلا جاتا ہے، سمندر کی تہہ میں سفر کرسکتا ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم روحانی طاقتوں کی گیرائی سے انکار کردیں، یہ تو ایک عقلی بات ہے۔ (اس طرح کی نظیریں اور مثالیں پیش کرتے ہوئے یہ بات فراموش نہ ہونی چاہئے کہ ان ایجادات میں اور معجزات وکرامات میں بہت بڑا بنیادی فرق ہے، سائنسی ایجادات کا فلسفہ تو یہ ہے کہ کسی مادی چیز کی تاثیر کا پہلے علم نہ تھا اب علم ہو گیا وہ تاثیر اس میں پہلے سے تھی، ہماری کوتاہی یہ تھی کہ ہمیں اس کا علم نہیں تھا۔ بجلی اپنے تمام خواص کے ساتھ دنیا میں ہمیشہ سے تھی ہمیں اس کو کام میں لانے اور اسکے پیدا کرنے کے طریقے معلوم نہیں تھے اب معلوم ہو گئے، بہرحال بجلی کا جو کچھ عمل ہے وہ مادی اسباب وذرائع کی بنا پر ہے لیکن معجزہ اور کرامت کا سلسلہ

مادی اسباب سے بالاتر ہے، اس کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے حکم ''کن'' سے ہے۔

عصائے موسیٰؑ کا عمل

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، کسی مادی ذریعہ سے اژدھا نہیں بنا بلکہ خدا کا حکم ہوا اور عصا اژدھا بن گیا، اژدھا جیسا عمل کرنے لگا، حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا بحر قلزم پر عصا مارو، جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا سمندر کی روانی رک گئی اور پہاڑ کے ٹیلوں کی طرح پانی کے ٹکڑے ہوگئے، جن کے بیچوں میں راستے بن گئے، یہاں کسی تاثیر کی بنا پر پتھر سے چشمے نہیں بہے نہ کسی تاثیر کی بنا پر پانی کے بارہ راستے بنے بلکہ قادر مطلق کی قدرت سے بلا کسی مادی ذریعہ کے یہ سب کچھ ہوگیا، شعبدہ اور معجزہ میں یہی فرق ہے کہ شعبدہ میں مادی سبب ہوتا ہے، شعبدہ باز اس کو مخفی رکھتا ہے ظاہر نہیں کرتا، معجزہ اور کرامت میں کوئی مادی سبب نہیں ہوتا بلکہ جن سے معجزہ یا کرامت ظاہر ہوتی ہے انہیں خود نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کس طرح ہوگیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ عصا اژدھا بن گیا تو وہ خود ڈر گئے، تب اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ موسیٰ ڈرو نہیں یہ ایک معجزہ ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔

ہماری تہی دستی کا حال

ہماری تہی دستی کا تو یہ حال ہے کہ یورپ کی ہر چیز خواہ کیسی ہی بعید از عقل کیوں نہ ہو بے چوں چرا ایمان لے آتے ہیں۔ حالانکہ راوی کی پرہیزگاری، نیک نفسی صدق بیانی شبہ سے بالاتر ہوتی ہے، محض اسلئے کہ واقعہ کے اسباب ومحرکات تک ہماری عقل نارسا کا گذر نہیں ہوتا ہے انکار کردیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات

دیکھئے یہ قرآن کا بیان ہے جس کے انکار کی شاید کوئی جرأت نہیں کرسکے، حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی حضرت مریمؑ کی کوٹھری میں جاتے، رنگ رنگ کے پھل دیکھ کر حیران ہوجاتے آخر ایک دن مریم سے پوچھ بیٹھے، مریم یہ پھل کہاں سے آتے ہیں، مریمؑ نے مسکرا کر کہا خدا کا کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے اکرام سے بخشش فرماتا ہے۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

سلیمان علیہ السلام کا معجزہ

حضرت مریمؑ نبی نہ تھیں کہ ہم تسلی دے لیں ان کی خصوصیت فقط ان کی عبادت اور ریاضت کے سبب تھی۔ اس سے بھی زیادہ سورہ نمل کا وہ مقام ہے جب کہ ملکہ سبا کا تخت حضرت سلیمان منگانا چاہتے ہیں۔

قال عفریت من الجن انا اتیک به ان تقوم من مقامک وانی علیه لقوی آمین.

ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا میں اسے آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں اس کی طاقت رکھتا ہوں امانتدار ہوں، عفریت خدا کا برگزیدہ بندہ بھی نہ تھا جس نے دعویٰ کیا کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے بھی نہ ہوں گے کہ تخت آجائے گا، دوسرے بزرگ جنہیں علم الکتاب تھا عفریت سے آگے بڑھ گئے اور بولے۔

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ. جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لاکھڑا کرسکتا ہوں اور تخت آگیا، یہ

بھی دیکھ لیجئے کہ خاصان خدا مدعیانہ شان کا اظہار نہیں کرتے ، انہیں تو خدا پر بھروسہ
ہوتا ہے، عفریت کی مدعیانہ شان تھی اِنِّیْ عَلَیْہِ لَقَوِیٌّ اَمِیْن. مگر جو اپنے پاس علم
کتاب رکھتے تھے، انہوں نے قوت کا ادعا کیا، اس موقع پر فوائد الفوائد کی وہ حکایت
پڑھ لیجئے جسے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدینؒ نے اپنی مجلس میں فرمایا تھا۔

بزرگ کی کرامت

”شیخ صفی الدین گاذرونی کی خدمت میں ایک جوگی آیا اور مدعیانہ انداز میں
بحث کرنے لگا، پھر بولا اگر کچھ کمال رکھتے ہو تو دکھاؤ“
شیخ نے فرمایا دعوے تو تم کرتے ہو کمال بھی تم ہی دکھاؤ یہ سن کر جوگی زمین
سے اٹھا اور چھت میں جا لگا پھر سیدھا نیچے اتر آیا اور بولا اب کیا کہتے ہو ہمت ہے تو
کچھ کر دکھاؤ، شیخ نے آسمان کی طرف دیکھا اور مناجات کی ۔”خدایا بیگانہ کو یہ کمال
حاصل ہے تو مجھ پر بھی بخشش کر، یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھے پہلے قبلہ کی سمت پرواز کی
پھر شمال وجنوب کی طرف اڑتے چلے گئے اور آ کر بیٹھ گئے ۔“
یہ بیان کسی یورپ کے اخبار نویس کا نہیں ہے جو اپنی مقصد برابری کے لئے
ہر قسم کا جھوٹ بول سکتے ہیں۔ نہ کسی مورخ کا ہے کہ حکومت کے دباؤ سے واقعہ کے
خلاف لکھ جاتے ہیں بلکہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کا ہے جن کی
زندگی حکمرانوں کی طاقتوں اور بے باک سفاکیوں کے سامنے سینہ سپر رہی۔
یاد رکھنا چاہئے کہ بزرگوں کی کرامت کسی گھمنڈ پر نہیں ہوتی تھیں بلکہ حدیث
قدسی کے مطابق جب خدا کے ہو جاتے ہیں تو سرکار دو عالم ﷺ کے معجزے کا
عکس پڑنے لگتا ہے جس کا اشارہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى میں
نظر آتا ہے، پس یقین کیجئے کہ کرامت حق ہے، خدا کے سہارے پر ظاہر ہوتی ہے اور

مشیت الٰہی جب چاہتی ہے خاصان خدا سے عقل کو عاجز کرنے والی نشانی ظاہر
کرا دیتی ہے۔ بہرحال جب کبھی اور جہاں کہیں بھی توحید کی روشنی پھیلی ہے، ان ہی
خاصان خدا کے طفیل سے پھیلی ہے۔

کرامت حق ہے

تاہم جہاں کرامت حق ہے وہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ ان بزرگوں نے اظہار
کرامت کو معیار صدق وکذب کبھی نہ بنایا اور بعض اوقات زبان سے نکلی ہوئی بات
پوری بھی ہوئی تو رجوع ہو کر التجا کی کہ یہ صورت گری باقی نہ رہے۔
حضرت شاہ عالم گجراتی کا ایک واقعہ ہے کہ وہ کنویں پر بیٹھے مشغول بہ حق تھے
دایہ نے آ کر عرض کیا بچی بھوکی ہے، گھی کے بغیر روٹی نہیں کھاتی گھر میں گھی نہیں ہے۔
حضرت نے فرمایا کنویں کا پانی روٹی سے لگا کر کھلا دو درویشوں کے بچوں کو
پانی بھی گھی سے کم نہیں ہوتا۔ اتنے میں کوئی پانی لینے آیا۔ کنوئیں میں ڈول بھر کر نکالا تو
پانی کی جگہ گھی بھرا ہوا تھا۔ پھر تو جس کو خبر ہوتی گئی آیا اور گھی بھر کر لے گیا حضرت نے
یہ دیکھا تو بڑی عاجزی سے مناجات کی۔ ”اے خداوند عالم بس کن وبرہان خود درار سوا
مکن وبر آوازہ خرقِ عادات اژدہام وہجوم خلائق بردروے مساز واز خود بہ خلق
مشغول مگرداں“ خداوند بس کر اپنے برہان کو شرمندہ نہ کر۔ خرق عادات (کرامتوں)
کی شہرت دے کر اس کے دروازے پر عوام کی بھیڑ نہ لگا اور ایسا نہ کر کہ تجھ سے غافل
مخلوق میں شامل ہو جائے۔ (تذکرہ شاہ عالم گجراتی)
مگر یہ تمام طاقتیں جب ہی حاصل ہوتی ہیں کہ فقط قول نہ ہو عمل واخلاص کی
برکت شامل حال ہو آج ہم قرآن کے مطالب بھی بیان کرتے ہیں تو داد خواہی کے لئے
بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ قرآن کے الفاظ بھی پڑھتے تو سننے والے لرز جاتے تھے۔

قرآن پاک کا اثر تو یہ تھا

شیخ اسماعیل وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے لاہور میں کلام پاک کا درس دیا۔ جب شیخ اسماعیل لاہور میں آئے تو دوسرے جمعہ کو پانچ سو پچاس اور تیسرے جمعہ کو ایک ہزار آدمی اہل توحید کے زمرہ میں داخل ہوئے جو شخص ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوجاتا وہ کلمہ پڑھے بغیر واپس نہیں ہوتا تھا۔ (خزینۃ الاصفیاء)

یہ حضرات خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے اقتدار اور برتری کی خواہش سے پاک تھے۔ روپیہ پیسہ کی بھوک انہیں نہ تھی۔ ملتا تھا تو خدا کی راہ میں لٹا دیتے تھے۔ امر حق کے اعلان میں بے باک تھے باری تعالیٰ کی خوشنودی کے سواء کوئی غرض نہ تھی، جو کچھ کہتے اس پر عمل بھی کرتے اور جب یہ چیز انہیں حاصل ہوجاتی تو جس سے جو کچھ کہتے بے چوں وچرا مان جاتا تھا۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

دین کی خاطر اساطین امت کی بے مثال قربانیاں

میرے عزیزو! اب اخیر میں ایک ضروری اور اہم بات کی طرف آپ لوگوں کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ یہ دین ہم تک یوں ہی نہیں پہونچا بلکہ اس کے لئے علماء عظام نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں حتی کہ بعضوں کو قتل کر دیا گیا۔ بعضوں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی گزارنی پڑی اور بعضوں کو اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا خود نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے تین سال تک شعب ابی طالب میں بھوک پیاس کو برداشت کیا اور درختوں کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کی سعد بن ابی وقاصؓ

فرماتے ہیں ایک رات بھوک کی شدت کیوجہ سے سوکھا چمڑا مل گیا اسی کو دھوکر اور آگ پر بھون کر کھالیا۔ عقبہ بن غزوان کہتے ہیں ہم سات ساتھی تھے ان غیر فطری غذاؤں کے کھانے کی وجہ سے ہمارے منہ زخمی ہوگئے۔ حضرت بلالؓ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا، حضرت عثمانؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر مارا گیا، حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دی گئی، حضرت سمیہؓ کو شہید کر دیا گیا، حضرت زید بن حارثہؓ کو شہید کر دیا گیا، حرام بن ملحانؓ اور ان کے انہتر رفقاء نے بیر معونہ پر عصیہ رعل اور ذکوان کے قبائل کے ہاتھوں بے کسی کے ساتھ جام شہادت نوش کیا، کعب بن عمر غفاری اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا۔ ابن ابی العوجاءؓ اور ان کے انچاس ساتھیوں کو قبیلہ بنو سلیم نے بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا اسی دین ہی کی خاطر حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کو جیل جانا پڑا اور سخت ایذا رسانی کے بعد زہر دیکر شہید کر دیا گیا، اسی دین کی خاطر حضرت امام مالکؒ کے دونوں مونڈھوں کو اتارا گیا، امام احمد بن حنبلؒ کو خلق قرآن کے مسئلہ میں بڑی تکلیفیں دی گئیں اور پابہ زنجیر لایا گیا اور ایسے ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر کسی ہاتھی کو لگائے جاتے تو ہاتھی بھی بلک اٹھتا لیکن قربان جایئے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اس بے مثال صبر و استقلال اور عظیم استقامت پر کہ اپنے اس موقف پر ڈٹے رہے کہ قرآن مخلوق نہیں جبکہ بڑے بڑے علماء کے پاؤں میں جنبش آ گئی مگر امام احمد بن حنبل پہاڑ کی طرح اس عقیدہ برحق پر جمے رہے بالآخر حق کو کامیابی ملی حافظ محمد ضامن شہیدؒ کو شاملی کی جنگ میں گولی لگ کر شہید ہوئے، امام ربانی رشید احمد گنگوہیؒ کو چھ ماہ جیل کاٹنی پڑی، بانی دار العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دو سال تک انگریزوں کو آنکھ مچولی کھلاتے رہے، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور ان کے شاگرد رشید شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے چار سال

تک مالٹا کی جیل کی صعوبتیں جھیلیں، وفات کے وقت شیخ الہندؒ کی پیٹھ پر صرف ہڈیاں ہی تھیں۔ تو حضرت شیخ الاسلامؒ نے بتایا کہ شیخ کو دہکتے انگاروں پر لٹا دیا جاتا۔ یہاں تک کہ کوئلے بجھ کر ٹھنڈے ہو جاتے۔ اللہ اکبر! ان حضرات نے دین کی خاطر عظیم قربانیاں دے کر دین ہم تک پہونچایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے لئے قبول فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

قربانی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلاَ دِمَائُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

مصارفِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا

اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کا گوشت اور ان کا خون ہرگز نہیں پہونچتا لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے، ایسے ہی تمہارے لئے اس نے

جانوروں کو مسخر کر دیا ہے تا کہ اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے راہ سجھائی اور تا کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔

عزیزان محترم! اللہ تعالیٰ کا امت محمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے اس دین کو افراط وتفریط سے دور رکھا گیا اور اس امت کو خیر امت کے لقب سے نوازا۔ارشاد ربانی ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. کہ تم بہترین امت ہو لوگوں کیلئے پیدا کئے گئے ہو نیکیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، میرے دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر بھی قربانیاں مقرر کی تھیں اور فرمانبردار بندے قربانی کرتے تھے مگر اس کا گوشت وہ نہیں کھا سکتے تھے بلکہ قربانی کر کے کسی پہاڑ وغیرہ پر لیجا کر رکھ دیتے اور اللہ کی طرف سے کوئی آگ آ کر جلا دیا کرتی، اور یہی اس قربانی کے مقبول ہونے کی دلیل تھی اور اگر کسی کی قربانی کو آگ نے نہیں جلایا تو سمجھا جاتا کہ اس کی قربانی مقبول نہیں ہوئی اور گوشت تو کسی صورت میں کھا ہی نہیں سکتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی امت پر یہ بہت بڑا فضل واحسان فرمایا کہ قربانی کے متعلق حکم فرمایا کہ اس کا گوشت بھی کھاؤ غریبوں اور رشتہ داروں کو کھلاؤ اور قربانی کے دنوں میں سب سے پسندیدہ اور محبوب عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانا ہے، صدقہ، خیرات اور نفل نمازوں سے بہتر اللہ کے نام پر جانوروں کو قربان کرنا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان کئے۔ تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے اور باقی حضرت علیؓ کو دیئے کہ آپ قربانی کر دیجئے، پھر ہر ایک اونٹ سے ایک ایک بوٹی گوشت لے کر سالن تیار کرایا اور شوربا آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔

تریسٹھ اونٹ ذبح کرنے کا نکتہ

ایک نکتہ عرض کرتا چلوں کہ حضور ﷺ نے جو تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اس میں اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ حضور ﷺ کی عمر مبارک بھی تریسٹھ سال ہوگی مزید یہ کہ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا ہوسکتا ہے آئندہ سال مجھے نہ دیکھ سکو اور میری قبر کے پاس سے گذرو۔

میرے عزیزو، نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی سال قربانی ناغہ نہیں کی، ارشاد فرمایا جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ چاہے یہودی ہو کر مرے، یا نصرانی ہو کر مرے۔

فربہ اور عمدہ جانوروں کی قربانی

حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنی ایک عمدہ اونٹنی کو حرم میں قربانی کے لئے بھیجا جس کی قیمت تین سو دینار دی جا رہی تھی، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا اللہ کے رسول میں نے حرم میں قربانی کے لئے اپنی عمدہ اونٹنی کو بھیجا ہے اور مجھے اس کے بدلہ تین سو دینار دیئے جا رہے ہیں، تو کیا میں اس کو بیچ دوں اور اس کے دام کے بدلے دوسرے اونٹ خرید لوں اور ان کی قربانی کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا اسی کی قربانی کرو۔ (ابوداؤد، ترغیب)

حضور ﷺ کی طرف سے قربانی

ایک اور روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حرم میں قربانی کے لئے سو اونٹ بھیجے حضرت علیؓ یمن سے آئے تو آپؐ نے

ان کو اپنے اونٹوں میں تہائی کا شریک بنالیا، تو رسول اللہ ﷺ نے چھیاسٹھ اونٹ قربان کئے اور حضرت علیؓ کو حکم دیا تو انہوں نے چونتیس اونٹ قربان کئے اور نبی کریم ﷺ نے ہر اونٹ کے ایک ٹکڑے کے بارے میں حکم فرمایا پس ان کو پکایا گیا اور دونوں نے گوشت میں سے کھایا اور شوربہ میں سے پیا۔ (مسلم، ترغیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو دنبوں کی قربانی کرتے تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا میں بھی دو دنبوں کی قربانی کرتا ہوں۔ (مسند احمد، ترغیب)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے جو عشق تھا یہ اس کا نمونہ ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ﷺ سالن میں کدو کو رغبت سے تناول فرمارہے ہیں تو دیکھنے والے صحابی کو کدو سے رغبت ہوجاتی ہے، اس لئے کہ محبوب کی ہر پسند محبوب وپسندیدہ ہوتی ہے۔

حضرت نعمان بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ نے ایک دنبہ بڑی آنکھوں والا، بڑے سینگوں والا یعنی حسین وجمیل خریدا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا اور فرمایا ایسا لگتا ہے جیسے یہ ہی وہ دنبہ تھا جس کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا، یہ سن کر حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا اور ایک بڑی آنکھوں والا، بڑے سینگوں والا ایک دنبہ خریدا اور اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کردیا، نبی کریم ﷺ نے اس کی قربانی فرمادی۔ (طبرانی، ترغیب)

اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ قربانی کتنا محبوب عمل ہے خاص طور پر ایام حج اور ارض حرم میں کہ آپ ﷺ نے کثیر تعداد میں قربانی فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ کون سا حج افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تلبیہ میں آواز بلند کرنا اور قربانی کا خون بہانا۔ (ابن ماجہ، ترغیب)

اور اپنی قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن فرمایا کہ کسی آدمی نے اس دن میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو قربانی کا خون بہانے سے افضل ہو مگر یہ کہ صلہ رحمی کی جائے (طبرانی، ترغیب) یعنی قربانی کے دنوں میں قربانی سے افضل کوئی اور عمل نہیں البتہ صلہ رحمی ایک ایسا عمل ہے جس کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگوں! قربانی کرو اور قربانی کے خون کے بارے میں ثواب کی امید رکھو اس لئے کہ خون اگرچہ (بظاہر) زمین پر گرتا ہے، مگر (درحقیقت) وہ اللہ کی حفاظت میں چلا جاتا ہے۔ (طبرانی)

حضرت حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص خوش دلی سے اپنی قربانی پر ثواب کی امید رکھے تو وہ اس کیلئے جہنم سے حجاب ہو جائیں گی۔ (طبرانی، ترغیب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش پائے اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو (مستدرک حاکم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی قربانی کی کھال بیچ دے تو اس کی کوئی قربانی نہیں (مستدرک حاکم) یعنی وہ شخص قربانی کے ثواب سے محروم ہوجاتا ہے، قربانی کی کھال کا مصرف غرباء اور مساکین ہیں اور جن مدارس میں مستحق طلبہ پڑھتے ہوں وہ بہترین مصرف ہیں، ایسی جگہ دینے سے دوہرا ثواب ہوتا ہے، ایک صدقہ کا ثواب اور دوسرے اشاعت علم کا ثواب، اسی طرح کوئی شخص اپنے غریب رشتہ دار پر صدقہ کرے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے، ایک صدقہ کرنے کا ثواب اور دوسرے صلہ رحمی کرنے کا ثواب۔

قربانی ابراہیم واسماعیلؑ کی ایک عظیم یادگار

ہر سال امت مسلمہ جو قربانی پیش کر رہی ہے وہ در حقیقت ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ اوران کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک عظیم یادگار ہے۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ اپنے لخت جگر اسماعیل علیہ السلام کوراہ خدا میں ذبح کر رہے ہیں چونکہ انبیا کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، جس کا کرنا ضروری ہوتا ہے، لیکن بیٹے سے بھی پوچھتے ہیں۔ بہرحال بیٹا بھی تو نبی کا بیٹا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیۡ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّی اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی .

اے میرے لخت جگر میں نے خواب دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں غور کرلو، سوچ لو، تمہاری کیا رائے ہے؟ ایک صالح وفرمانبردار بیٹے نے جواب دیا کہ ابو جان اللہ کا حکم ہے تو پوچھنے سوچنے اور غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

یٰاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡ اِنۡشَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ“

ابا جان خدا تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملا ہے اس کو پورا کیجئے، مجھے حکم الٰہی کی بجا آوری میں آپ انشاء اللہ صابر وشاکر پائیں گے، میں اس سے ذرہ برابر انحراف نہیں کروں گا، یہی نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقویت کے لئے مزید مشورہ بھی دیا ابا جان آپ مجھ کو رسی سے مضبوط باندھ دیجئے تا کہ روح نکلنے کے وقت میں زیادہ حرکت نہ کرسکوں اور اپنے کپڑوں کو اچھی طرح سے لپیٹ لیں تا کہ خون سے آلودہ ہوکر میرا اجر کم نہ ہوجائے، اور اس کپڑے کو دیکھ کر میری والدہ غم زدہ نہ ہوں، اپنی چھری کو تیز کر لیجئے اور تیزی سے میرے گلے پر اس کو پھیرنا تا کہ آسانی سے میری روح نکل جائے، اور کوئی زیادہ تکلیف نہ ہو اور جب آپ میری والدہ کے پاس واپس جائیں،

تو ان کو میرا سلام عرض کردیں، اور میرا یہ کرتہ ان کو واپس کردیں تا کہ ان کو تسلی ہو جائے، بیٹے کے اس پرعزیمت جواب اور جذبۂ اطاعت کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشی کی انتہاء نہ رہی اور پکار اٹھے:

”نِعمَ العَونُ اَنتَ یَا بُنَیَّ عَلٰی اَمرِ اللّٰہِ“

پیارے بیٹے تم تو اس حکم خداوندی کے سلسلہ میں میرے بہترین معین ومددگار ثابت ہوئے، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کے مشورے کے مطابق عمل کیا، اور بیٹے کو باندھ کر آخری بار کا بوسہ دیا حال یہ ہے کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور دل طاعت الٰہی کے جذبہ سے سرشار تھا، ہاتھ میں چھری لیکر حلق کے اوپر چلانی شروع کی اور پوری قوت سے گردن کو کاٹنا چاہا اور کئی مرتبہ چھری کو پتھر پر تیز کیا مگر چونکہ اللہ رب العزت کو کچھ اور منظور تھا، چھری باوجود تیز ہونے کے کاٹ نہ سکی، اور اللہ کی طرف سے یہ ندا آئی اے ابراہیمؑ بس بس تم نے اپنی دوستی کا حق ادا کردیا، اور تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، یقیناً ہم ایسے اطاعت شعاروں اور حکم برداروں کو عمدہ بدلا دیا کرتے ہیں، تم اس بڑے امتحان اور آزمائش میں کامیاب ہوگئے ہو، بیٹے کو قربان کرانا اصل مقصود نہیں تھا، بلکہ تمہارے اس جذبہ کو دیکھنا تھا کہ آیا یہ اکلوتا بیٹا اور اس کی محبت تم کو خدا کے حکم سے نہ روک دے، آپ نے یہ دکھلا دیا کہ حکم الٰہی کے سامنے اکلوتے بیٹے کی محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسی جذبہ محبت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے جنت سے ایک فربہ دنبہ برائے قربانی بھیج دیا علماء نے لکھا ہے کہ یہ دنبہ جنت کے اندر چالیس سال تک چرا ہے۔ ”کَانَ ذٰلِکَ الۡکَبۡشِ رَعٰی فِی الۡجَنَّۃِ اَرۡبَعِیۡنَ خَرِیۡفاً“ (بغوی)

نیز حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے یہ وہی دنبہ تھا جس کی قربانی حضرت آدمؑ کے بیٹے حضرت ہابیل نے کی تھی، جس کو اللہ رب العزت نے قبول فرمالیا تھا، اس

طرح اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے بدلہ میں اس دنبہ کی قربانی کرائی، اس سے حضرت امام اعظمؒ نے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو قربانی کرنے کی نذر مان لے تو اس پر ایک بکرے کا ذبح کرنا لازم ہوگا، بیٹے کو ذبح کرنا درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک دنبہ کو حضرت اسماعیلؑ کا فدیہ قرار دیا ہے۔

شیطان کا فریب دینا

حضرت ابراہیمؑ خواب دیکھنے کے بعد اپنے اکلوتے لاڈلے بیٹے کو لے کر قربانی کے واسطے چلے، شیطان ایک انسانی شکل اختیار کرکے اولاً حضرت اسماعیلؑ کی والدہ (حضرت ہاجرہؓ) کے پاس آیا اور ان کو بہکانہ پھسلانا چاہا اور کہنے لگا کہ تم جانتی ہو تمہارے بیٹے کو تمہارے شوہر ابراہیمؑ کہاں لے جارہے ہیں؟ اور کس لئے لے جارہے ہیں؟ ذبیح اللہ کی والدہ نے جواب دیا کہ لکڑیاں چننے کیلئے جارہے ہیں، شیطان بولا کہ واللہ وہ لکڑیاں لینے کیلئے ان کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے ہیں، بلکہ وہ ان کو ذبح کرنے کے واسطے لے گئے ہیں، ان کو ذبح کریں گے، حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے، ان کو اپنے بچہ سے بے انتہا محبت و پیار ہے، وہ ان پر بہت شفیق اور مہربان ہیں وہ ان کو ذبح نہیں کرسکتے، شیطان نے پھر کہا کہ ابراہیمؑ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان کو ذبح کردیں، حضرت ہاجرہ نبی کی صحبت یافتہ تھیں، نبی کی والدہ تھیں، خدا کے حکم کے سامنے سر جھکانے والی تھیں، بولیں اگر ان کے رب نے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم دیا ہے تو یقیناً انہیں اپنے بیٹے کو قربان کرکے اپنے مولیٰ کا حکم ماننا چاہئے۔

شیطان اس طرح کا کریمانہ جواب سن کر مایوس ہوگیا، اور پھر حضرت اسماعیلؑ کو بہکانے کی کوشش کرنے لگا، اور ان کے پاس پہنچا، حضرت اسماعیلؑ والد بزرگوار

حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ساتھ گھاٹی کی طرف چلے جارہے تھے، شیطان انسان کی شکل میں نمودار ہوا اور کہا کہ اے بچے معلوم ہے تمہارے والد تم کو کہاں لے جارہے ہیں؟ حضرت اسماعیلؑ نے جواب دیا کہ ہاں معلوم ہے اپنے اہل وعیال کے واسطے لکڑیاں چننے کے لئے مجھے اپنے ساتھ لے جارہے ہیں، شیطان نے کہا کہ نہیں درحقیقت وہ تم کو وہاں لے جاکر ذبح کردیں گے، حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا کہ وہ مجھے کیوں ذبح کریں گے؟ شیطان نے کہا کہ ان کا خیال یہ ہے کہ پروردگار نے ان کو یہ حکم دیا ہے! حضرت اسماعیلؑ نے جواب دیا اگر یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو اس حکم خداوندی کی بخوشی اطاعت کرنی چاہئے، شیطان نے جب یہ محسوس کرلیا کہ یہ بچہ اس کے جال میں نہیں پھنسا اور وہ بھی اللہ کے حکم کے سامنے سرنگوں ہونے کیلئے مستعد ہے، تو اب حضراب ابراہیمؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا بڑے میاں کہاں جارہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا اپنی ایک خاص ضرورت کے تحت اس گھاٹی تک جارہا ہوں، کہنے لگا واللہ شیطان نے خواب میں آکر یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنے اس ہونہار اور بڑھاپے کے سہارے بیٹے کو ذبح کردو، یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ فراست ایمانی سے سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے اور مجھے رب کا حکم پورا کرنے سے روکنا چاہتا ہے، تو شیطان کو مخاطب کرکے فرمایا خدا کے دشمن میرے پاس سے چلا جا رب ذوالجلال کی قسم میں اپنے رب کے حکم کو ضرور بالضرور پورا کرونگا، حضرت ابراہیمؑ کے اس جواب سے شیطان بالکل مایوس ہوگیا اور انتہائی غیظ وغضب میں مایوس لوٹ گیا، اور اس طرح اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کی شیطان سے حفاظت فرمائی ورنہ شیطان مردود نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ حکم عدولی کریں، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان تین مواقع پر حضرت ابراہیم کے سامنے آیا اور ان کو بہکانے کی کوشش کی، حضرت ابراہیمؑ

نے ہر مقامات پر اس کو سات سات کنکریاں ماری تھیں چنانچہ آپ کی یادگار میں ان تینوں جمرات پر حجاج کرام بھی کنکریاں مارتے ہیں۔

اسلام میں قربانی کا ثواب

اسی سنت ابراہیمی کی یادگار میں رسول کریم ﷺ نے قربانی فرمائی اور امت کو حکم دیا ہے اور ترغیب دی اور اسکے اجر وثواب کو بیان فرمایا، چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ سے معلوم کیا کہ یہ قربانی کیا چیز ہے؟ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”سُنَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْم“

تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت اور ان کا طریقہ ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم کو اس پر کیا ثواب ملے گا؟ حضور اقدس ﷺ نے جواب دیا کہ قربانی کے جانور کے اوپر جتنے بال ہوتے ہیں، ہر ایک بال کے بدلہ ایک نیکی ملے گی، حضرات صحابہؓ نے پھر سوال کیا کہ جن جانوروں کے اوپر اون ہوتی ہے، ان کی قربانی کرنے پر کیا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اون کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی حاصل ہوگی (مشکوۃ شریف)

اندازہ لگائیے کہ ایک بکری اور دنبہ یا کسی بھی قربانی کے جانور پر کس قدر بال ہوتے ہیں، ان کی گنتی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، اللہ رب العزت اس کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی عنایت فرمائیں گے، وہ جانور قیامت کے دن اپنے تمام اعضاء کے ساتھ بالکل تندرست صحیح سالم آئے گا، جیسا کہ قربانی سے پہلے صحیح سالم تھا، اور پل صراط پر قربانی کرنے والے کیلئے سواری بنے گا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عیدالاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل قربانی کرنا ہے، اس سے بڑھ کر کوئی عمل

نہیں۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوجاتا ہے، اس لئے قربانی خندہ پیشانی اور خوش دلی سے کیا کرو۔

”عن عائشة قال رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ماعملَ ابنَ آدمَ من عملٍ يَوْمَ النَّحْرِ احبُّ الى اللّٰهِ من اهراقِ الدَّمِ وَاِنَّهُ لَيَاتِي يَوْمَ الْقِيَامةِ بقُرُوْنِهَا وَاشعَارِهَا واَظْلافِهَا وانَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَقَعَ بِالاَرْضِ فَطِيبُوْاهَا نفساً“ (ترمذی وابن ماجة بحوالة مشکوٰة)

اس کے علاوہ متعدد احادیث مبارکہ میں قربانی کے فضائل اور اجر وثواب کو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا، اور اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، حضرات احناف کے نزدیک ہر اس مسلمان پر قربانی کو لازم اور ضروری قرار دیا گیا ہے جو مقیم ہو اور صاحب نصاب ہو، آیئے ہم اس سنت ابراہیمی پر عمل پیرا ہو کر اس عظیم ثواب کو حاصل کریں اور اس واقعہ کی یاد تازہ کریں، اللہ رب العزت ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جانور کی قربانی کے ساتھ اپنے نفس کی قربانی دو

میرے بزرگو! اور بھائیو! آپ نے حضرات نے سیدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا بے مثال واقعہ سماعت فرمایا کہ باپ بڑھاپے کی عمر میں اپنے اکلوتے بیٹے کو جو بڑی دعاؤں تمناؤں اور آرزوؤں کے بعد پیدا ہوا اللہ کے حکم پر قربان کرنے کیلئے لے چلتے ہیں اور بیٹا بھی خوشی خوشی اس حکم خداوندی کو قبول کرتا ہے، محاسبہ کریں اور دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ پیدا کریں اس واقعہ سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ اسلام کی خاطر اپنی جان اپنا مال اپنی عزت وآبرو اپنی خواہشات اپنے جذبات قربان کرنے کیلئے تیار ہیں، قرآن واحادیث میں جو واقعات وقصص بیان کئے گئے ہیں وہ نصیحت کیلئے ہے۔

دوستو! قربانی میں صرف یہی نہیں کہ بقرعید کے دن جانور قربان کر کے اس کا گوشت کھالیں اور سب کچھ بھول جائیں بلکہ اس کا اثر تو سال بھر تک رہنا چاہئے ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی قربانی کا سچا جذبہ پیدا فرمائے اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

لایعنی گفتگو سے پرہیز

اور ذکر اللہ کی کثرت کیجئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى.صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ

کیا عجب میری نوا ہائے سحر گاہی سے
زندہ ہوجائے وہ آتش کہ تیری خاک میں ہے

اے (محمد ﷺ) کافر جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے کے بعد اور رات کی گھڑیوں میں اور دن کی حدوں پر تا کہ آپ خوش رہیں۔

محترم سامعین کرام اور پس پردہ بیٹھی ہوئیں ماؤں اور بہنو! آج کے اس بابرکت اجلاس میں دور دراز سے تشریف لائے ہوئے بہت سارے نیک لوگ ہیں، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک اہم موضوع یعنی لایعنی گفتگو سے پرہیز اور ذکر اللہ کی کثرت کے متعلق، کچھ معروضات گوش گذار کردوں کیونکہ آج کل فضولیات اور بکواس بے جا اور بلاضرورت کلام کرنا، غیبت وچغلی کرنا معمولی چیز ہے۔

وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کو برا اور گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ اس لئے توبہ واستغفار کی توفیق نہیں ہوتی، جب آدمی کسی بیماری کو بیماری نہ سمجھے تو اس کا علاج کیسے کراسکتا ہے؟ جب بلاضرورت کلام کرتا ہے تو اس میں محفل کو سجانے کیلئے بہت سی ایسی باتیں بیان کرجاتا ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا، اس لئے ایسی باتوں سے مکمل اجتناب کریں، نبی پاک ﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔ ”مَنْ صَمَتَ نَجا“ جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا۔ اس لئے لایعنی گفتگو سے اپنے کو دور رکھنا چاہئے۔ یعنی ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہئے جس سے کسی کا کوئی فائدہ نہ ہو اگرچہ وہ جائز ہو، حدیث شریف میں اچھی بات کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

بلاسوچے کوئی کلمہ کہنا

”قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَؓ قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً اَوْ يَسْكُتُ“ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو پس وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (احیاء العلوم) حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ ”عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ يَتَكَلَّ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرىٰ بِهَا بَآسًا يهوى بِهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفاً“

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا انسان بغیر سوچے سمجھے اپنے منہ سے ایک کلمہ کہہ دیتا ہے تو وہ شخص اس بات کی وجہ سے جہنم میں (ستر سال کی مسافت کے مقدار گر جاتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہونگے اور تم میں مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور مجھ سے قیامت کے دن زیادہ دور وہ لوگ ہونگے جو زیادہ گفتگو کرتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

معلوم ہوا کہ زبان کی بہت زیادہ حفاظت کرنا چاہئے۔ سب سے زیادہ فسادات اور نقصانات اسی زبان کے غلط استعمال سے رونما ہوتے ہیں۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بتلادیجئے میرے لئے سب سے خطرناک اور نقصان دہ چیز کیا ہے؟ حضور علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا کہ سب سے زیادہ خطرناک یہ ہے۔ (زجاجۃ المصابیح)

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں جب تم اپنے دل میں قساوت یعنی تنگ دلی، بدن میں سستی اور رزق میں تنگی محسوس کرو تو سمجھ لو تم سے کہیں فضول اور لایعنی کلمے نکل گئے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہے۔

چار چیزوں کی مذمت

حضرت امام غزالیؒ نے منہاج العابدین میں چار طرح کی فضول اور بے معنیٰ گفتگو کی مذمت فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ”مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ“ انسان کوئی بھی بات نہیں کرتا مگر اس کے پاس ایک

نگران کار (فرشتہ) حاضر رہتا ہے ۔ اس آیت کی روشنی میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کراما کاتبین یعنی اعمال لکھنے والے فرشتے ہمارے منہ سے جو باتیں نکلتی ہیں وہ لکھ لیتے ہیں خواہ وہ باتیں اچھی ہوں یا بری، کارآمد ہو یا فضول، انہیں لکھنا پڑتا ہے، اس لئے انسان کو ان سے حیاء کرنی چاہئے فضول باتوں سے ان کو تکلیف نہ دے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارا نامہ اعمال جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو تو وہ لغو بیہودہ اور فضول گفتگو سے پاک ہو۔

تیسری وجہ امام غزالیؒ نے یہ فرمائی، کل قیامت کے روز جب بندہ کو اللہ کا حکم ہوگا، تمام مخلوقات کے سامنے اپنے نامہ اعمال پڑھ کر سنائیں اس وقت کی خوفناک سختیاں ہمارے سامنے ہونگی پیاس کی شدت سے مر رہے ہونگے جسم پر کپڑا نہ ہوگا بھوک سے کمر ٹوٹ رہی ہوگی، جنت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا ہوگا، اور ہر قسم کی راحت بند کردی گئی ہوگی ایسے حالات میں نامۂ اعمال کو پڑھنے سے کس قدر تکلیف ہوگی اس لئے چاہئے کہ زبان سے اچھی چیز کے علاوہ کچھ نہ نکالے۔

چوتھی وجہ یہ کہ قیامت کے دن باتونی آدمی کو فضول اور غیر ضروری باتوں پر شرم دلائی جائے گی اور ملامت کی جائے گی اس وقت بندہ کے پاس سوائے ندامت کے کچھ نہ ہوگا اور شرم سے پانی پانی ہو جائے گا۔

خاموشی کی فضیلت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے منہ میں پتھر کا ٹکڑا لئے رہتے تھے تا کہ بات کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ (احیاء العلوم)

عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خاموشی کی وجہ سے آدمی کا مقام اللہ کے پاس ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

یہ بات واضح ہوگئی کہ اپنی زبان کو بے معنی گفتگو سے بچانا کیوں ضروری ہے، بعض اوقات بلا وجہ کی گفتگو اور ہنسی مذاق میں کسی کا دل ٹوٹ جاتا ہے، تو کبھی کوئی بڑا ہنگامہ یا لڑائی شروع ہو جاتی، اور زیادہ باتونی آدمی کی گفتگو کی اہمیت ہی باقی نہیں رہتی اور اس کا وقار کم ہو جاتا ہے۔

آپس میں ہنسی مذاق کے متعلق حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا قول اس طرح نقل کیا گیا ہے اللہ سے ڈرو اور آپس میں مذاق مت کرو کیونکہ ہنسی مذاق کی وجہ سے دلوں میں نفرت اور برائی بیٹھ جاتی ہے۔ (احیاء العلوم)

فحش گو پر جنت حرام ہے

آج کل معاشرہ میں یہ بھی فیشن کی طرح داخل ہوگیا ہے کہ لوگ آپس میں اپنے دوستوں کو گالیوں کے ذریعہ مخاطب کرتے ہیں اور ایسے ایسے فحش الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ سننے والے باشعور انسان کو برا لگتا ہے جس سے اسلام میں منع کیا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فحش گو انسان پر جنت کو حرام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: "**اَلْجَنَّةِ حَرَامٌ عَلٰی کُلِّ فَاحِشٍ اَنْ یَّدْخُلُهَا**" (احیاء العلوم) جنت اس شخص پر حرام ہے جو فحش گوئی اور بے حیائی کی بات کرتا ہے۔ سرکار دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: بعض ایسے بھی لوگ ہونگے کہ جب ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان کے منہ سے ایسی سخت قسم کی بدبو آئے گی کہ اس کی بو سے اہل جہنم چیخ اٹھیں گے اور پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تب انہیں بتایا جائے گا کہ یہ وہ بد بخت لوگ ہیں جو فحش کلامی اور گالی گلوج کرتے تھے اور فحش باتوں سے لذت حاصل کرتے تھے۔ (احیاء العلوم)

فحش گوئی یعنی بے شرمی اور بے حیائی کی باتیں جن کو عام کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں آج ہم بے شرمی اور بے حیائی سے ٹی وی پر اور سینما گھروں میں

بار بار دیکھتے ہیں اور ان کا تذکرہ بلا جھجک اپنی محافل میں کرتے ہیں اور اس زبان کو جس کے متعلق حضور انور ﷺ نے ذکر درود شریف سے تر رکھنے کا حکم فرمایا ہے، بے حیائی سے بھرے گانے گنگنانے میں مصروف رکھتے ہیں۔

لایعنی گفتگو اکثر آفتوں کی جڑ ہے، زیادہ باتیں کرتے کرتے انسان غیبت کر دیتا ہے، اس سے کبھی کسی کی چغلی ہو جاتی ہے، کبھی کسی پر بہتان لگا دیا جاتا ہے تو کہیں کسی کا راز فاش ہو جاتا ہے، اور کبھی کسی کی دل آزاری ہو جاتی ہے الغرض زیادہ باتیں کرنے میں بے شمار نقصانات ہیں۔

دلوں کو سکون اللہ کے ذکر سے ہی ملتا ہے

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔ ''اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ'' ''سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہو ''پس تم مجھے یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔'' یعنی جو شخص خداوند کریم کا ذکر کرے گا باری تعالیٰ اسے اپنے محبوب فرشتوں کی محفل میں یاد کریں گے۔ (سورۃ اعراف)

سورہ اعراف میں فرمایا گیا ''اللہ ہی کے واسطے اچھے اچھے نام ہیں! پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔''

گمان کے مطابق معاملہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ میں بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ

مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے یاد کرتا ہوں، اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں اپنے بندے کی طرف ایک ہاتھ متوجہ ہوتا ہوں۔ اگر میرا بندہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اپنے بندے کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

ہم ان متبرک آیات اور حدیث نبوی ﷺ سے ذکر الٰہی کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بندے کے گمان کے مطابق مالک وخالق معاملہ فرماتا ہے۔ یعنی رب کریم سے ہر وقت لطف وکرم کی امید رکھنی چاہئے۔ اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہئے لطف وکرم کی امید رکھنی چاہئے۔ ''اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دیں گے۔''

باری تعالیٰ نے فلاح وصلاح کا راستہ بتایا اور فرمایا ''بیشک بامراد ہو گیا وہ شخص جو (برے اخلاق سے) پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔'' ایک جگہ ارشاد فرمایا ''اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیجئے اور صبح وشام تسبیح کیجئے۔'' (آل عمران)

تین آدمیوں کی دعائیں

حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ ''خدا کی بارگاہ میں تین اشخاص کی دعائیں ہر حال میں قبول ہوتی ہیں جو کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کا اہتمام کرتا ہو۔ مظلوم رحم دل بادشاہ جو رعایا کے ساتھ انصاف کرلے اور ظلم کرنے سے ڈرتا ہو'' اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر الٰہی سے روگردانی کرنے والوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں وہ زندہ ہیں اور جو نہیں کرتے وہ مردہ ہیں۔''

احادیث سے ثابت ہے کہ بے کار ہے وہ زندگی جو اپنے خالق کے ذکر سے خالی ہو۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا ''آج تمہیں ایسا عمل بتا

دوں جو تمام اعمال میں سب سے بہتر ہے جو تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بلند کرنے والا اور سونے چاندی کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ صحابہؓ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ضرور بتائیں! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ذکر الٰہی کیلئے خصوصی اہتمام کرو اللہ تعالیٰ اپنا ذکر کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔''

ضرورت کے اعتبار سے صدقہ اور جہاد سب سے افضل ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان کی فضیلت بیان فرمائی ہے مگر ان کی فضیلت وقت کے اعتبار سے ہے جبکہ اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نیک اعمال میں ذکر الٰہی افضل اور اہم ہے۔ ذکر الٰہی کے ثمرات کا اندازہ حضور ﷺ کے پاک ارشاد سے لگائیے ''اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں۔'' (مشکوٰۃ)

تلاوت قرآن سب سے بڑا ذکر

ارشاد ربانی ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے اور سب سے بہتر قرآن کریم کی تلاوت ہے حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کئی دفعہ اللہ تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ یا اللہ کونسی چیز تجھ سے زیادہ قریب کرنے والی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن کریم کی تلاوت پھر پوچھا سمجھ کر یا بلا سمجھے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، کچھ لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بلا سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ؟ یاد رکھیں ایسا سمجھنا جہالت اور بد دینی ہے۔ ذکر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں

تشریف لاتی ہیں، اور ایک خادمہ کی فرمائش کرتی ہیں کیوں کہ پانی بھرتے بھرتے سینے پر داغ اور چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اے بیٹی! کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ میں اس سے بہتر چیز تم کو عطا کر دوں حضرت فاطمہؓ نے فرمایا ضرور'' حضور ﷺ نے فرمایا جب سویا کرو تو 33 بار سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ میرے بزرگو اور بھائیو! ہم کو قلبی سکون و اطمینان اللہ کے ذکر سے ہی حاصل ہوسکتا ہے کافر چاہئے کتنا ہی مالدار اور صاحب ثروت کیوں نہ ہوجائے آسائش کے سارے ہی سامان کیوں نہ مہیا کرلے لیکن حقیقی آرام اور قلبی سکون اسے کبھی میسر نہیں ہوسکتا۔ اگر اللہ کا ذکر کریں تو جھونپڑی میں بھی سکون و اطمینان کی زندگی گذار سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کثرت سے ذکر کرنے اور فضولیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدَهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُوْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. كتابٌ انزلناهُ اليكَ مُبارك لِيدبّروا آياته وَلِيَتَذَكَّرُاُولُوالاَلْبَاب. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

شوق مری لَے میں ہے، شوق مری نَے میں ہے

نغمۂ ''اللہ ھو'' میرے رگ وپے میں ہے

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشدوہدایت کیلئے بہت کتابیں نازل فرمائیں، پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر جو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور تیس حضرت ادریس علیہ السلام پر، دس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس

صحیفے، ارشاد ربانی ہے۔ ''صُحُفُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى'' یہ سب کے سب صحیفے ہیں اور چار مشہور کتابیں ہیں، جو چار مشہور پیغمبروں پر نازل ہوئیں زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، اور قرآن شریف حضرت خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ پر۔

جتنی کتابیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمائیں، خواہ ہمیں ان کا علم ہو یا نہ ہو ان کے صحیح اور برحق ہونے پر ہمارا یقین اور ایمان ہے، لیکن جو فضیلت وبرتری اور فوقیت قرآن کو حاصل ہے وہ کسی کتاب کو نہیں ہے اور تمام انسانوں کیلئے قرآن کریم کو سرچشمۂ رشد وہدایت بنایا اب کوئی نئی شریعت اور نیا دین آنے والا نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آئیں گے۔ لیکن وہ اپنی شریعت پر عمل نہیں کریں گے۔ بلکہ شریعت محمدیہ پر ہی عمل کریں گے۔ قرآن واحادیث سے مسائل کا استنباط کریں گے۔ قرآن کریم سے پہلے جتنی کتابیں اللہ نے نازل کی تھیں ان میں قرآن کریم کے علاوہ کوئی بھی کتاب اپنی اصل شکل میں موجود نہیں۔ قرآن کی فضیلت وبرتری کیلئے صرف اتنا کافی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ ومعانی کو ہمارے لئے آسان کردیا، ہماری ذمہ داری اور فریضہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ معانی ومفاہیم پر بھی غور کریں۔

قرآن میں تدبر کیجئے

اللہ تعالیٰ نے قرآن سے متعلق جن کا حکم دیا ہے، ان میں سے ایک تدبر قرآن ہے اور ایک مسلمان کیلئے اللہ کے تمام احکام کو پورا کرنا ضروری ہے، اس لئے مسلمان کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ قرآن میں تدبر کرے، تدبر قرآن کے معنی ہیں قرآن کے معانی ومضامین میں غور کرنا، آدمی قرآن کے معانی ومضامین میں جتنا غور وفکر

کرے گا اس کے ایمان و اعمال میں اتنا ہی اضافہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تدبر نہ کرنے کو منافقین کا رویہ قرار دیا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

’’اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اِخْتِلاَفاً کَثِیْرًا‘‘ (النساء)

’’کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو اس میں بہت اختلافات پاتے۔‘‘

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں جو کلمات تحریر فرمائے وہ ملاحظہ ہوں، اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ فرمایا اَفَلاَ یَقْرَؤُنَ نہیں فرمایا، اس سے بظاہر ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ وہ اگر گہری نظر سے قرآن کو دیکھیں تو ان کو اس کے معانی ومضامین میں کوئی اختلاف نظر نہیں آئے گا اور یہ مفہوم تدبر کے عنوان سے ہی ادا ہوسکتا ہے، صرف تلاوت اور قرأت جس میں تدبر اور غور وفکر نہ ہو اس سے بہت سے اختلاف نظر آنے لگتے ہیں جو حقیقت کے خلاف ہے۔ دوسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کے مطالب میں غور کرے لہٰذا یہ سمجھنا کہ قرآن میں تدبر کرنا صرف اماموں اور مجتہدوں ہی کے لئے ہے صحیح نہیں ہے۔ البتہ تدبر کے درجات علم وفہم کے درجات کی طرح مختلف ہوں گے، ائمہ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے ہزاروں مسائل نکالے گا، عام علماء کا تفکر ان مسائل کے سمجھنے تک پہنچے گا، عوام اگر قرآن کا ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں پڑھ کر تدبر کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی جو کلیدی کامیابی ہے، البتہ عوام کے لئے غلط فہمی اور مغالطہ سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے قرآن کو سبقاً سبقاً

پڑھیں، یہ نہ ہو سکے تو کسی مستند ومعتبر تفسیر کا مطالعہ کریں اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے اپنی رائے سے فیصلے نہ کریں بلکہ ماہر علماء سے رجوع کریں۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مذکورہ تفسیری کلمات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معانی قرآن جانے بغیر قرآن کی تلاوت تدبر کے درجہ میں نہیں آتی، اس لئے محض تلاوت وقرأت سے تدبر کا حکم پورا نہیں ہوسکتا۔ سورہ محمد کی آیت 24 میں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں غور وفکر نہ کرنے کو منافقین کی روش قرار دیا۔ چنانچہ ان کے اس رویہ پر تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا‘‘۔ ’’کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں‘‘۔

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ معانی قرآن میں غور وفکر نہ کرنا منافقین کا طرز عمل ہے، اور اس میں یہ تقاضا بھی پوشیدہ ہے کہ قرآن میں غور وفکر کرنا مومنین کا طرز عمل ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

بابرکت کتاب

’’کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَتَدَبَّرُوْا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ‘‘. (ص) یہ بابرکت کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ (لوگ) اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں‘‘۔

حضور ﷺ کی اس حدیث سے بھی تدبر قرآن کی اہمیت واضح ہوتی ہے جو بیہقی اور مشکوٰۃ میں ہے: عن عبیدة الملکی وَکَانَتْ لَہُ صُحْبَۃٌ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَھْلَ الْقُرْآنِ لاَ تَتَوَسَّدُوْا الْقُرْآنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلاَوَتِہٖ مِنْ آنَاءِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَفْشُوْہُ وَتَغَنَّوْہُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلاَ تَعْجَلُوْا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَاباً۔

حضرت عبیدہ ملکی صحابیؓ رسول ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اوراس کی تلاوت کروجیسا کہ اس کا حق ہے رات اور دن کے اوقات میں، اوراس کو پھیلاؤ اوراسکوخوش آوازی سے پڑھو اوراس میں غوروفکر کروتا کہ تم کامیابی کو پہنچو اوراس کے ثواب میں جلدی کرو کیوں کہ اس کیلئے آخرت میں بڑا ثواب ہے۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں جوقرآن کریم زیادہ پڑھا ہوتا تھا وہ بڑا عالم ہوا کرتا تھا اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ قرآن شریف کوسمجھ کر پڑھا کرتے تھے۔ اگر کسی جگہ سمجھنے میں دقت اور دشواری پیش آتی تو حضور ﷺ سے اس اشکال کوحل کرلیا کرتے تھے، حضور ﷺ سے بڑھ کرمعلم کون ہوسکتا ہے؟ ارشادفرمایا **اَنَـا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا** کہ مجھ کواستاداورمعلم بنا کربھیجا گیا۔ **هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ.** وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے امیوں میں ایک رسول بھیجا انہیں میں سے جوان پر اس کی آیتیں پڑھ کرسناتا ہے، اوران کا تزکیہ کرتا ہے اوران کوکتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، نبی اکرم ﷺ الفاظ کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے معانی ومفاہم بھی بتاتے اورانکی تفسیر بھی فرماتے تھے، آج قرآن کریم کوسمجھ کر پڑھنے کی پہلے سے بھی زیادہ سخت ضرورت ہے۔

قرآن سے دوری امت کے زوال کا سبب

میں امت کے دواہم مفکرین کا تجزیہ اورمشورہ عرض کررہا ہوں جواپنے اندر امت کے لئے دعوت فکروعمل رکھتا ہے۔ اس تجزیے اورمشورے کومفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب وحدت امت میں تحریر کیا ہے۔

دواہم سبق

''شیخ الہند مولانا محمودالحسنؒ، مالٹا کی چارسالہ جیل سے رہائی کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لائے توعلماء کے ایک مجمع کے سامنے آپ نے یہ اہم بات ارشادفرمائی کہ جولوگ حضرتؒ سے واقف ہیں وہ اس سے بھی بے خبرنہیں ہیں کہ ان کی یہ قید وبند عام سیاسی لیڈروں جیسی قید نہ تھی، جنگ آزادی میں اس درویش کی ساری تحریکات صرف رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے لئے اورامت کی اصلاح وفلاح کے گرد گھومتی تھیں، مسافرت اورتنہائی، بے کسی کے عالم میں گرفتاری کے وقت جو جملہ ان کی زبان مبارک پرآیا تھا، وہ ان کے عزم ومقصد کا پتہ دیتا ہے۔

فرمایا: **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِمُصِيْبَتِيْ گِرَفْتَارمِنْهُ بِمَعْصِيَتِيْ**'' (اللہ کا شکر ہے کہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا، معصیت میں نہیں) شیخ الہندؒ کے اس بیان سے ان کے عزم وحوصلے کا پتہ چلتا ہے۔ جیل کی تنہائیوں میں ایک روز بہت مغموم دیکھ کر بعض رفقاء نے کچھ تسلی کے الفاظ کہنا چاہے تو فرمایا: اس تکلیف کا کیاغم جوایک دن ختم ہونے والی ہے، غم اس کا ہے کہ یہ تکلیف ومحنت اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہے یانہیں۔

مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم میں تشریف فرماتھے، علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا۔ اس وقت فرمایا کہ ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دوسبق سیکھے ہیں۔

یہ الفاظ سن کرسارا مجمع ہمہ تن گوش ہوگیا کہ استاذ العلماء ودرویش نے اسی ''(80) سال علماء کودرس دینے کے بعد آخر میں جوسبق سیکھے وہ کیا ہیں؟ فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پرغور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہرحیثیت سے کیوں تباہ ہورہے ہیں تواس کے دوسبب معلوم ہوئے۔ ایک ان

کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی، اسلئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کیلئے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کئے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اسکے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کیلئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

نباضِ امت نے ملت مظلومہ کے مرض کی جو تشخیص اور تجویز فرمائی تھی باقی ایام زندگی میں ضعف وعلالت اور ہجوم ومشاغل کے باوجود اس کے لئے سعی پیہم فرمائی۔ بذات خود درس قرآن شروع کرایا، جس میں تمام علمائے شہر، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے علماء بھی شریک ہوتے تھے اور عوام بھی۔ اس واقعے کے بعد حضرتؒ کی عمر ہی گنتی کے چند ایام تھے۔ آج بھی مسلمان جن بلاؤں میں مبتلا اور جن حوادث وآفات سے دوچار ہیں اگر بصیرت سے کام لیا جائے تو ان کے سب سے بڑے سبب یہی دو ثابت ہوں گے۔ قرآن کو چھوڑنا اور آپس میں لڑنا، غور کیا جائے تو یہ آپس کی لڑائی بھی قرآن کو چھوڑنے ہی کا لازمی نتیجہ ہے۔ قرآن پر کسی درجہ میں بھی عمل ہوتا تو یہ خانہ جنگی یہاں تک نہ پہنچتی۔'' (منقول وحدتِ امت)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے تبصرے سے یہ بات واضح ہوئی کہ دراصل امت مسلمہ کی تباہی کا ایک ہی سبب ہے اور وہ ہے قرآن سے بے رخی، لیکن یہ المیہ ہی ہے کہ جو حضرات مذکورہ دونوں کو اپنا فکری وعلمی رہنما تسلیم کرتے ہیں، وہ بھی ان کے مشورے کی طرف سنجیدگی سے توجہ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

الفاظ ومعانی دونوں کی حفاظت کا وعدۂ خداوندی

جب ابتدا میں جبرئیل امین علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے اور قرآن کریم کا نزول ہوتا تھا تو حضور علیہ السلام اس اندیشہ سے کہ کہیں کوئی آیت بھول نہ جاؤں سننے کے ساتھ ساتھ زبان کو حرکت دیکر پڑھا بھی کرتے تھے چونکہ یہ بہت مشکل کام تھا اولاً وحی الٰہی کا تحمل جو اتنا وزنی ہوا کرتا تھا کہ جب وحی کا نزول ہوتا اور حضور ﷺ اونٹ پر سوار ہوتے تو وہ اونٹ بھی بیٹھ جایا کرتا تھا اور سخت ٹھنڈی میں پیشانی مبارک سے پسینے بہتے تھے۔ دوسرے اس کو بغور سننا کہ کوئی لفظ سننے سے چھوٹ نہ جائے، تیسرے اس کو محفوظ رکھنا کہ بھول نہ جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی اس پریشانی کو دور کردیا اور فرمایا کہ "لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ" قرآن کریم کو پڑھنے کے لئے آپ اپنی زبان کو نہ چلائیں تاکہ اسے جلدی سیکھیں وہ تو ہمارے ذمہ ہے، اس کو جمع رکھنا آپ کے سینے میں اور آپ کی زبان سے پڑھنا، پھر جب ہم پڑھنے لگیں (فرشتے کی زبانی) تو اس کے پڑھنے کے بعد پڑھئے۔ پھر ہمارا ذمہ ہے کہ اس کو کھول کر بتلانا، یعنی قرآن کریم کے معانی ومفاہیم کھول کھول کر آپ کو بتلادینا یہ بھی ہمارے ذمہ ہے۔ پھر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جبرئیل امین کے ساتھ ساتھ پڑھنا ترک کردیا۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ پورا قرآن سن لیا پھر بلا کم وکاست اور کسی زیر وزبر کی غلطی کے بغیر اسی ترتیب کے ساتھ صحابہ کرام کو فرفر سنادیا اور اس کے معانی ومفاہیم کو بیان کردیا۔ آج قرآن کریم کی وہی تفسیر زیادہ صحیح اور معتبر ہوسکتی ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی بیان کی ہوئی تفسیر سے ملتی ہو کیونکہ جیسے الفاظ قرآنی اللہ کی طرف سے آئے ہیں اسی طرح معانی بھی۔ البتہ الفاظ میں کسی کتر بیونت کی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی۔

اسلام دشمن عناصر نے اس کے لئے بڑی کوششیں کیں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا لیکن خدائے جبار وقہار اور وحدہ لاشریک کا وعدہ حفاظت قرآن ’اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وِاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ‘‘ غالب آیا اور دشمنان اسلام کو اپنے منہ کی کھانی پڑی۔

جب ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی تو انگلینڈ سے پادری آ کر یہاں کے مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کی کوشش کرتے جگہ جگہ مناظرے کا چیلنج کرتے ایک مرتبہ علمائے اہل اسلام سے پادریوں کا مناظرہ ہوا، پادری نے کہا اے علمائے اسلام ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں بلکہ انجیل وتورات کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور دلیل خود تمہارے قرآن میں ہی موجود ہے۔ ’’اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وِاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ‘‘ ۔ یہاں پر ذکر سے مراد قرآن نہیں بلکہ توریت وانجیل ہے کیونکہ تمہارے یہاں ہی یہ تفسیر کا ضابطہ ہے کہ سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ ایک جگہ اجمال ہو ایک جگہ تفصیل تو یہاں اجمال ہے، ذکر سے کیا مراد ہے؟ معلوم نہیں دوسری جگہ اس کی تفسیر ہے فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ. یہاں پر اہل ذکر سے مراد اہل کتاب ہیں یعنی یہود ونصاریٰ تو یہاں ذکر سے مراد تورات وانجیل ہے۔لہٰذا ’اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ‘‘ میں بھی ذکر سے مراد توریت وانجیل ہے نہ کہ قرآن ۔ بڑے بڑے علماء سب پریشان ہو گئے کسی سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تو معمولی کپڑے میں ایک صاحب اسٹیج پر تشریف لائے اور کہا پادری صاحب سات سمندر پار سے آپ کونسا سوال لے کر آئے ہیں پھر سے دہرایئے تو پادری نے پورا سوال دہرایا ان صاحب سے ہنس کر فرمایا پادری صاحب میں یہ سمجھتا تھا کہ آپ کوئی بھاری سوال کریں گے۔لیکن یہ تو بچوں والا سوال ہے ایسا لگتا ہے کہ آپ نے صرف بالکل نہیں پڑھی آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ باب تفعیل کی

ایک خاصیت تدریج ہے یعنی کسی چیز کو تھوڑا تھوڑا کرنا اور قرآن نے نَزَّلْنَا فرمایا ہے اَنْزَلْنَا نہیں اور یہ بات مسلم ہے جس کو ہم بھی مانتے ہیں اور آپ بھی کہ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اور بقیہ کتابیں ایک ہی بار میں نازل ہوئیں۔لہٰذا ’اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ‘‘ میں قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے نہ کہ دیگر کتابوں کی!

دوستو! جانتے ہو یہ معمولی کپڑے والے کون صاحب تھے، حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نوراللہ مرقدہ تھے، آپ کی حاضر جوابی کی وجہ سے مناظرہ جیتا گیا۔ ؎

اس صحیفہ کی صحیفوں میں نرالی شان ہے
اس کے ہر ہر لفظ میں عرفان ہی عرفان ہے
بجھ نہیں سکتا کسی سے قرآں کا چراغ
آندھیو! خود آزمالو سامنے میدان ہے

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی قرآن فہمی کا سلیقہ پیدا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

قیامت کا ہولناک دن اور عرشِ الٰہی کا سایہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. یٰاَیُّھَاالنَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ اَنْ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْئٌ عَظِیْم. یَوْمَ تَرَوْنَھَا تُذْھِلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ سُکٰرٰی. وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ۔صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اول و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نَو، منزلِ آخر فنا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بلاشبہ قیامت کا بھونچال ایک بڑی چیز ہے جس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلائے ہوئے کو بھول جائے گی

اور ہر حمل والی اپنے حمل کو ڈالدے گی اور تم لوگوں کو دیکھو گے نشہ کی حالت میں حالانکہ وہ نشہ نہیں ہوگا لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

معزز سامعین کرام اور دور دراز سے تشریف لائے ہوئے میرے نوجوان دوستو! آج قیامت کے دن کی ہولناکی سے متعلق کچھ باتیں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں جگہ جگہ قیامت کے ہولناک مناظر کا نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ ایسی نفسی نفسی کا عالم ہوگا کہ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی ارشاد ربانی ہے فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ لِکُلِّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْہِ۔جب کانوں کو بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا وہ ایسا دن ہوگا جس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی سے بھاگے گا۔ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسی فکر لگی ہوگی جو اس کو دوسری چیزوں سے بے نیاز کر دے گی۔ایک شاعر نے اس ہولناک اور دل کو دہلا دینے والے مناظر کو ایک شعر میں پیش کیا ہے۔

یقیناً آئیگا وہ دن کہ جب محشر بپا ہوگا
وہاں نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا ہوگا

قیامت کی ہولناکی کا اندازہ ایک حدیث شریف سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس دن سے ننگے ہونگے مرد وعورت، بچے جوان ہو بوڑھے، جب یہ حدیث آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے بیان فرمائی تو عائشہؓ نے بڑے تعجب سے کہا کہ جب مرد وعورت سب ننگے ہونگے تو بڑی شرمندگی ہوگی حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا (لوگوں کی پریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ سورج جو آج زمین سے کئی کروڑ میل دوری پر ہے لیکن پھر بھی اس کی گرمی اور تپش ہم سے برداشت نہیں

ہوتی اور قیامت کے دن وہ)انسان کے سروں کے بالکل قریب ہوجائے گا اس وقت کا کیا عالم ہوگا اور کیسے برداشت ہوگا اور اس دن عرش الٰہی کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

لیکن اس دن جہاں ایک طرف لوگ صدہا پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے، وہاں خدا کے بعض مخصوص اور مطیع وفرماں بردار بندے عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے، اگر ایک طرف دھوپ کی گرمی، پسینوں کی کثرت، حساب کی گھبراہٹ اور جہنم کی دہشت سے لوگ نفسی نفسی پکارتے ہوں گے تو دوسری طرف ایک گروہ دائمی سرور کی لذت، انعامات الٰہی کی مسرت اور سائے کی ٹھنڈک، ٹھنڈے چشموں کی قربت سے بہرہ اندوز ہورہا ہوگا، اس مبارک اور خوش نصیب گروہ جس کو قیامت کے ہولناک دن میں عرش الٰہی کا سایہ اور جوارِ رحمت وقربت کاملہ کا فخر حاصل ہونے والا ہے، کی تعداد مختلف احادیث کی رو سے تہتر ہے(73) ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان اعمال حسنہ کی توفیق عطا فرمائے جو عرش الٰہی کے سایہ اور قرب الٰہی کے ظلِ عاطفت کا مؤجب ہوں گے۔

عرش الٰہی کا سایہ کن کن لوگوں کو میسر ہوگا؟

۱۔امام عادل

۲۔جوانی کی حالت میں خدا کی عبادت کرنے والا۔

۳۔جس شخص کے دل میں ہروقت مسجد کا خیال لگارہتا ہے۔

۴۔وہ دو شخص جو صرف اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔

۵۔وہ جو صدقہ میں اس قدر اخفاء کرتا ہے کہ دائیں ہاتھ کے صدقہ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہونے دیتا۔

۶۔تخلیہ میں خدا کے خوف سے رونے والا۔

۷۔جو شخص اپنے مقروض کو مہلت دیتا ہے۔یا قرضہ کی رقم کو معاف کردیتا ہے۔

۸۔جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی امداد واعانت کرتا ہے۔

۹۔جو شخص مکاتب کو آزاد کرنے میں مکاتب کا ہاتھ بٹاتا ہے(مکاتب وہ غلام ہے جس کی آزادی کو اس کا آقا کسی چیز کے ساتھ مشروط کردے۔)

۱۰۔جو شخص کسی نیک آدمی کو اللہ کے واسطے دوست رکھتا ہے۔

۱۱۔مجاہدین کے لشکر کی امداد واعانت میں جو شخص خود بھی شہید ہوجائے۔

۱۲۔تجارت میں سچ بولنے والا۔

۱۳۔وہ شخص جس کے اخلاق اچھے ہوں اور خلق حسن سے متصف ہو۔

۱۴۔جو شخص موسمی وقتوں اور دشواریوں کے باوجود وضو کی تکلیف برداشت کرتا ہو۔

۱۵۔رات اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے والا۔

۱۶۔جس شخص نے کسی انسان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا ہو۔

۱۷۔وہ شخص جو یتیم کی پرورش اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔

۱۸۔بیوہ عورت کی خدمت کرنے والا۔

۱۹۔وہ شخص جو دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے اور اپنا حق قبول کرتا ہے۔

۲۰۔سلطان عادل کی نیک نیتی سے خدمت کرنے والا۔

۲۱۔وہ شخص جس کو کسی حسین وجمیل عورت نے تخلیہ میں اپنا نفس سونپ دیا اور اس نے باوجود قدرت علی الزنا کے خدا سے ڈر کر کہا"اِنِّی اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ"

۲۲۔جو شخص دوسروں کے حق میں وہ فیصلہ کرتا ہے اور وہی حکم لگاتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۲۳۔ جو شخص خدا کے بندوں کی خیر خواہی کرتا رہتا ہے اور ہر وقت اسی خیال میں رہتا ہے۔

۲۴ جو شخص اہل ایمان کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرتا ہے اور نرمی سے پیش آتا ہے۔

۲۵۔ جس عورت کا بچہ مر جائے تو جو شخص ایسی غم زدہ کی تعزیت کرے وہ بھی عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔

۲۶۔ جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اور قرابت داروں کے حق کو پہچانتا ہے۔

۲۷۔ وہ بیوہ عورت جو چھوٹے بچوں کی پرورش کے خیال سے دوسرا نکاح نہ کرے۔

۲۸۔ جو شخص عمدہ کھانا پکائے اور اچھی غذا تیار کرے پھر اس کھانے میں کسی یتیم کو بھی شریک کرے۔

۲۹۔ جو شخص ہر موقع پر اللہ رب العزت کی معیت کا یقین رکھتا ہو۔

۳۰۔ غریبوں کا وہ شکستہ حال طبقہ جن کی غربت اور فقیری کے باعث کوئی شخص ان کی جانب متوجہ نہ ہو اگر وہ کسی مجلس میں آجائیں تو انکو کوئی پہچانے بھی نہیں۔ خاموش اور غیر معروف زندگی بسر کرنے والے، فاقوں کی مصیبت سے مرے لیکن کسی کو خبر نہ ہوئی۔ دنیا میں مجہول اور آسمانوں پر مشہور، لوگ ان کو بیمار سمجھتے ہیں لیکن ان کو سوائے خوفِ خدا کے دوسرا مرض نہیں۔

۳۱۔ قرآن کی خدمت کرنے والے خواہ حافظ ہوں یا ناظرہ خواں خود بھی قرآن پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی قرآن کا مطلب بتاتے ہیں۔

۳۲۔ وہ شخص جس نے بچپنے میں قرآن سیکھا اور جوان ہو کر بھی اس کو پڑھتا رہا۔

۳۳۔ وہ شخص جس کی آنکھ نے خدا کی راہ میں جاگنے کی تکلیف برداشت کی ہو۔

۳۵۔ وہ شخص جس کی آنکھ خدا کے خوف سے روتی رہتی ہے۔

۳۶۔ وہ شخص جس کی آنکھ خدا کے خوف میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے۔

۳۷۔ جس شخص نے کبھی اپنا ہاتھ غیر حلال مال کی طرف نہیں بڑھایا۔

۳۸۔ جس شخص نے حرام کی طرف نگاہ پھیر کے بھی نہیں دیکھا۔

۳۹۔ جو لوگ سود نہیں لیتے اور بیاج سے پرہیز کرتے ہیں۔

۴۰۔ جو لوگ رشوت نہیں لیتے۔

۴۱۔ وہ شخص جو ذکر الٰہی کی غرض سے وقت کا شمار کرتا رہتا ہے۔ مثلاً کب وقت ہو اور میں نماز پڑھوں۔

۴۲۔ جس نے کسی غمگین کا غم دور کر دیا اور مصیبت زدہ کی مصیبت کھول دی۔

۴۳۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو زندہ کیا۔

۴۴۔ کثرت سے سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں درود بھیجنے والا۔

۴۵۔ مسلمانوں کے وہ بچے جو صغر سنی کی حالت میں مر گئے ہوں۔

۴۶۔ بیماروں کی عیادت کرنے والا۔

۴۷۔ جنازے کے ساتھ جانے والا۔

۴۸۔ نفلی فرضی روزے رکھنے والا۔

۴۹۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے صحیح محبت رکھنے والا۔

۵۰۔ جو شخص صبح کو نماز کے بعد سورہ انعام کی پہلی تین آیتیں پڑھا کرتا ہے۔

۵۱۔ دل اور زبان دونوں سے خدا کا ذکر کرنے والا۔

۵۲۔ جن لوگوں کے دل پاک وصاف اور بدن ستھرے ہوں۔ خدا کے لئے

محبت کرتے ہوں۔ خدا کے ذکر کے ساتھ ان کا بھی ذکر کیا جاتا ہو۔ جہاں ان کا چرچا ہوتا ہے ان کے ساتھ خدا کا بھی تذکرہ ہوتا ہے۔ سردی کے موسم میں وضو کی پابندی کرنے والے۔ ذکر خدا کی طرف مائل ہونے والے۔ خدا کے محارم کی توہین پر غضب ناک ہونے والے، مسجدوں کو آباد اور ان کی تعمیر میں سعی کرنے والے اور صبح کے وقت کثرت سے استغفار میں مشغول رہنے والے۔

۵۳۔ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے والے، خدائے تعالیٰ کی اطاعت کے لئے اس کے بندوں کو بلانے والے۔

۵۴۔ وہ شخص جو خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر لوگوں سے حسد نہیں کرتا۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ چغل خوری سے اجتناب کا عادی۔

۵۵۔ جس شخص نے اپنا مال اور اپنی جان جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کر دی اور شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیا، اس کے لئے عرش الٰہی کے نیچے ایک خیمہ بھی نصیب کیا جائے گا۔

۵۶۔ وہ لوگ جو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔

۵۷۔ وہ امام جس سے اس کے مقتدی راضی ہوں۔

۵۸۔ وہ مؤذن جو اللہ کے لئے پانچوں وقت اذان دیتا ہے۔

۵۹۔ وہ غلام جس نے آقائے مجازی کے ساتھ مولائے حقیقی کا حق بھی ادا کیا ہو۔

۶۰۔ وہ شخص جو لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتا ہے۔

۶۱۔ اللہ کے لئے ہجرت کرنے والا۔

۶۲۔ وہ شخص جو لوگوں میں صلح کرانے کی غرض سے سعی کرتا ہے۔

۶۳۔ وہ انسان جس کے دل نے کبھی زنا کا ارادہ نہیں کیا۔

۶۴۔ اہل تقویٰ (یہ سب سے عالی مرتبہ ہوں گے۔)

۶۵۔ وہ شخص جو بات بھی کرتا ہے تو علم ہی کی بات کرتا ہے اور سکوت بھی کرتا ہے تو علم ہی کی بات پر سکوت کرتا ہے۔

۶۶۔ بے کار و بے ہنر اور صنعت نہ جاننے والے انسان کی اعانت کرنے والا۔

۶۷۔ وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ خدا کی راہ میں اس نے جہاد کیا۔ سچ بولتا اور امانت کو صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے غلے کی نگرانی کے لئے آرزو نہیں کرتا۔

۶۸۔ وہ شخص جو مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھتا ہے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ گیارہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھتا ہے۔

۶۹۔ جو ماں باپ کی نافرمانی نہیں کرتا۔

۷۰۔ لا الٰہ الا اللہ کثرت سے کہنے والا۔

۷۱۔ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے حوامل میں رہتی ہیں اور یہ پرندے شام کو عرشِ الٰہی کے نیچے قنادیل میں رہتے ہیں۔

۷۲۔ حضرت رسول خدا ﷺ قیامت کے دن سایہ رحمٰن میں ہوں گے۔

۷۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، لوائے حمد لئے حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے ہمراہ عرش کے سایہ میں ہوں گے ان کی جگہ سیدنا ابرہیمؑ اور رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل ہوگی۔

عرشِ الٰہی کا سایہ حاصل کرنے کیلئے آج سے ہی تیاری کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے سارے اچھے اور برے راستے بیان کر دیئے نیز اس کے مضرات و منافع بھی واشگاف کر دیئے اگر ہم ہی آنکھیں بند کر کے غلط

راستوں کو تجویز کرلیں تو ہماری کم بختی کا کیا ٹھکانہ اگر آج کوئی معمولی سا عہدے دار اور حاکم یا محلّہ کا کونسلر ایک چیز کا وعدہ کرلیتا ہے کہ فلاں تاریخ کو تم کو یہ چیز حکومت کی طرف سے ملنے والی ہے تو ہم اس کے وعدے کو حد درجہ اہمیت دیتے ہیں لیکن یہاں احکم الحاکمین اور مالک الملک ہمارے نفع اور فائدہ کیلئے بیان فرمارہے ہیں، میرے عزیزو اپنے اندر یقین پیدا کرو۔ ایمان کو پختہ کرو اور گذرے ہوئے ایام کا محاسبہ کرو اور باقی زندگی کو سنوارنے اور اس کے درست کرنے کی فکر کرو ورنہ ہاتھ ملنے کے علاوہ کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اس وقت ہاتھ ملنا اور افسوس کرنا کچھ کام نہ دیگا، قرآن واحادیث میں جو قیامت کی ہولناکیاں بیان کی گئی ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانے اور عرش الٰہی کے سائے میں جگہ پانے کیلئے آج ہی سے کوشش اور تیاری کریں عرش الٰہی کے سائے میں جگہ پانے والے بہت سارے افراد کا تذکرہ اسی لئے کردیا گیا تاکہ ہم سب کوشش کریں اور اللہ کے عرش کے سایہ میں جگہ پانے والے ہوجائیں۔ اللہ ہمیں بھی اور آپ کو بھی ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمائے جس سے عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوجائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

معمارِ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلَ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ.

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

معزز سامعین عظام، پس پردہ بیٹھی ہوئیں ماؤں اور بہنوں! آج اس عظیم الشان ہستی کے تذکرے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، جن کو خلیل اللہ اور ابوالانبیاء

کے عظیم الشان القاب سے یاد کیا جاتا ہے، برادران اسلام روئے زمین پر سب سے پہلا گھر بیت اللہ شریف ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اس کے معماروں میں سے ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف کے تعلق سے بھی کچھ باتیں عرض کردی جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ. فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ. بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت اور ہدایت والا جہان کے لوگوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

یہودیوں کا اعتراض

مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ ہم کو سب سے زیادہ قرب اور مشابہت ہے ابراہیم علیہ السلام سے، یہودیوں نے اعتراض کیا کہ کیسے کہتے ہو یہ بات؟ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وطن اصلی (عراق) چھوڑ کر ملک شام ہجرت کی وہیں رہے اور وہیں وفات پائی، ان کی اولاد بھی وہیں رہی اور بہت سے انبیاء اسی مقدس سرزمین (شام) میں مبعوث ہوئے اور سب کا قبلہ بیت المقدس ہی رہا پھر تم حجاز کے رہنے والے ہو جنھوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیا ہے اور سرزمین شام سے دور ایک طرف پڑے رہے کس منہ سے کہہ سکتے ہو کہ ابراہیم وملت ابراہیم سے تم کو زیادہ قرب ہے؟ اس آیت کریمہ میں معترضین کو بتلایا گیا کہ بیت المقدس وغیرہ مقامات مقدسہ تو بعد میں تعمیر ہوئے دنیا میں سب سے متبرک گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کیلئے مقرر کیا گیا اور بطور ایک عبادت گاہ اور نشان ہدایت کے لئے بنایا گیا وہ یہی کعبہ شریف ہے جو اس مبارک شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ حق تعالیٰ نے شروع سے اس گھر کو ظاہری باطنی، حسی ومعنوی برکات سے معمور کیا اور سارے جہاں کی ہدایت

کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے، روئے زمین پر جس کسی مکان پر برکت وعلامت پائی جاتی ہے اسی مقدس گھر کا ایک عکس اور پرتو سمجھنا چاہئے، یہیں سے رسول الثقلین ﷺ کو اٹھایا، مناسک حج ادا کرنے کیلئے سارے جہان کو اسی کی طرف دعوت دی۔ عالمگیر مذہب اسلام کے پیرووں کو مشرق ومغرب میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا اسی کے طواف کرنے والوں پر عجیب وغریب انوار وبرکات کا افاضہ فرمایا، انبیاء سابقین بھی حج ادا کرنے کیلئے نہایت شوق وذوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی شمع کے پروانے بنے اور طرح طرح کی ظاہر وباہر نشانیاں قدرت نے بیت اللہ کی برکت سے اس سرزمین میں رکھیں، اسی لئے ہر زمانے میں مختلف مذاہب والے اس کی غیر معمولی تعظیم واحترام کرتے رہے اور ہمیشہ وہاں داخل ہونے والے کو مامون سمجھا گیا اسکے پاس مقام ابراہیم کی موجودگی پتہ دے رہی ہے کہ یہاں ابراہیم کے قدم آئے اور اس کی تاریخ جو تمام عرب کے نزدیک بلا نکیر مسلم چلی آرہی ہے۔ وہ بتلاتی ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا جو آج تک محفوظ چلا آرہا ہے۔ گویا تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود ایک ٹھوس دلیل ہے کہ یہ گھر طوفان نوح کی تباہی کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے مبارک ہاتھوں سے تعمیر ہوا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. اور یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم واسماعیل علیہم السلام نہ کعبہ کی بنیاد بلند کر رہے تھے اور دعا کرتے تھے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو قبول

فرمالے بلاشبہ تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے،اللہ تعالیٰ نے باپ ابراہیم اور بیٹے اسمٰعیل علیہما السلام کو ایسی قبولیت عامہ عطا فرمائی کہ ان کی بہت سی نشانیاں مذہب اسلام کا شعار بن گئیں اور جس گھر کو تعمیر کیا اللہ نے اس گھر کو بڑی ہی برکتوں اور رحمتوں سے نوازا اور شہر مکہ کو (جہاں خانہ کعبہ ہے اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے) انواع واقسام کی روزی اور پھلوں سے نوازا دعاء فرمائی تھی: "وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ" اور یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا شہر بنادے اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں کی روزی عطا فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء

اسی دعا کا نتیجہ اور ثمرہ ہے کہ آج دنیا کے مختلف ملکوں سے مختلف الانواع چیزیں کھچی چلی آتی ہیں۔ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰى اِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ۔کیا ہم نے ان کو جگہ نہیں دی حرمت والے پناہ کے مکان میں اس کی طرف کھچے چلے آتے ہیں ہر قسم کے پھل یہ رزق ہے ہماری طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے دوست تھے۔یعنی اللہ کے بہت قریب تھے اور جو اللہ کا جتنا قریب ہوتا ہے اسے اتنے ہی مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بت پرست، بت ساز، بت فروش یعنی آزر کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں۔جیسے ہی ہوش سنبھالا ابتلا وآزمائش کی گھڑی شروع ہوگئی اور اپنی فطری وخداداد صلاحیت کی بنیاد پر پیغمبرانہ شان کے ساتھ اپنے رب کے بھروسے اہم اور خطرناک مہم کا آغاز فرمایا۔اپنی قوم کو توحید کی دعوت پہنچانے اور باطل کو کھول کھول کر پیش کرنے کی مہم، وہ شخص جس کو اس کے باپ نے اپنے گھر سے نکالا ہو،جس کا اس شہر میں کوئی اور مددگار نہ ہو۔

دعوتِ فکر وعمل

اس کے باوجود توحید کی دعوت عام کرنے ،جھوٹے معبودوں کے مقابلے میں ایک خدا کی دعوت پیش کرنے کی ایسی دھن کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہ تھی، یہ وہ کام تھا جس کے تصور سے ہی لوگ گھبرا جاتے ہیں۔لوگوں نے زندگی بھر جن بتوں کو خدا مان کر ان کی پوجا و پرستش کی ایسے بتوں کو توڑ کر قوم کے لوگوں سے سوال کرنا کہ بتاؤ تمہارے بتوں میں کونسی قوت ہے کہ تم ان کی پوجا کرتے ہو؟ اور جب لوگوں سے جواب نہ بن پڑا تو ان کے سامنے ایک عظیم قوت کا تعارف کرایا۔یہ گویا ایک جنون تھا کہ اللہ کے ان بندوں کو جو بتوں کی پرستش میں لگے ہیں،توحید کی طرف لے آنے کا، گھر اور سماج سے چیلنج کے بعد باری آئی حکومت وقت کی۔

ایک ایسا بادشاہ جس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر کسی کی ہمت نہیں زبان کھولنے کی،اس کے دربار میں پہنچ کر دعوتِ توحید پیش کی،اس سے بحث ہوئی، جب وہ اس بحث میں کامیاب نہیں ہوا تو طیش میں آ گیا، اور کہا ہے کہ اب تو اسی حالت میں اس دربار سے باہر جائے گا جب تک تو اس دین کو چھوڑ کر واپس اپنے باپ دادا کے دین کو نہ اپنالے گا۔ورنہ موت تیرے مقدر میں ہوگی۔

ایسے نازک وقت میں بھی ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اگر اس راہ میں زندگی بھی چلی جائے تو کوئی پرواہ نہیں مگر جس ایک خدا پر ایمان لایا ہوں اس سے مکرنے کا سوال ہی نہیں۔ظالم بادشاہ کو اس جواب نے اور طیش دلایا حکم دیا کہ ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا جائے ،اب ایمان کا اصل امتحان تھا اس امتحان میں بھی اللہ کا یہ محبوب بندہ کامیاب ہوا، ذرہ برابر بھی خوف نہیں ہوا، جان کی کوئی پرواہ نہیں کی ،خوشی خوشی آگ میں کود گئے!

خلیل اللہ آگ کے میدان میں

ظالم لوگ ہاتھ پیر باندھ کر آگ میں ڈالتے ہیں اور جلنے والا مجبوری میں چیختے چلاتے مرجاتا ہے۔ مگر دنیا دیکھ رہی تھی کہ اپنے رب کا عاشق اپنے پیروں سے چلتے ہوئے بھڑکتی ہوئی آگ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود کسی خوف کے آگ میں کود گیا۔ مگر آگ ایسے محبوب بندے کو کیسے جلاتی؟ خدا کے حکم سے ٹھنڈی ہوگئی، حضرت ابراہیم خلیلؑ کی آزمائشوں کا سلسلہ یہاں ختم نہیں ہوا، وطن میں رہنے کی جگہ نہیں قوم کے لوگ دشمن بن گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

آپؑ نے ہجرت کا فیصلہ کرلیا، اپنے گھر، اپنے وطن اور اپنی قوم سے دور ایک اجنبی منزل کی جانب صرف اور صرف اپنے رب کے بھروسہ نکل پڑے، ساتھ میں شریک حیات حضرت سارہؑ اور بھتیجے حضرت لوطؑ۔ یہ مشکلوں بھرا سفر یوں ہی چلا ہے اور ساتھ میں بندگان خدا تک توحید کی دعوت کا کام بھی۔ بچپن سے جوانی اور بڑھاپا، ساری زندگی اسی مشن میں گزار دی۔ اس عمر میں خیال ہوا بڑھاپے کا سہارا بھی ہو۔ اولاد کی خواہش دل میں جاگی لیکن مقصد وہی تھا کہ جس مشن کیلئے زندگی لگادی اس مشن کو آگے لے جانے والا بھی کوئی ہو۔ یہ نہیں کہ اس عمر میں اولاد کے سہارے زندگی گزرے؟ نہیں یہ خیال نہیں بلکہ اس عاشق رب کو اس بات کی فکر تھی کہ اس کے ساتھ ہی یہ مشن ختم نہ ہوجائے۔ دل سے دعا نکلی رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ. (اے میرے رب مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ (الصّٰفّٰت)۔ اپنے محبوب بندے کی دعا خدا نے قبول فرمائی اور حضرت اسماعیلؑ کی ولادت کی خوشخبری دی، اسماعیلؑ کی ولادت

پر آپؑ نے اللہ کا شکر ادا کیا مجھے بڑھاپے کے باوجود اولاد سے نوازا اسماعیلؑ اپنے باپ کے چہیتے بیٹے، ابھی لڑکپن کو پہونچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت ابراہیمؑ کا ایک اور امتحان لیا۔

اللہ کی جانب سے عظیم آزمائش

ایک اور ایسی آزمائش سے گزارا جس سے دنیا کی تاریخ میں اب سے پہلے کسی کا گزر نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک دن اپنے چہیتے فرزند اسماعیلؑ سے کہا ''بیٹا میں خواب دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے (الصّٰفّٰت) حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے اس خواب کا ذکر کیا جس میں آپ کو اللہ نے حکم دیا کہ اپنے چہیتے بیٹے کو قربان کردو۔ جیسا باپ ویسا بیٹا سُبْحَانَ اللّٰہ! باپ کے کارنامے تاریخی ہیں ہی ساتھ ہی بیٹے کا یہ جواب بھی کیسا پاکیزہ؟ ایسا جواب دنیا کے کسی بیٹے نے اپنے باپ کو نہیں دیا ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا اسے آپ پورا کر ڈالئے، آپ انشاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ (الصّٰفّٰت)

شیطانی جال

حضرت ابراہیمؑ اس جانثار بیٹے کی زبان سے یہ باتیں سن کر خوش ہوئے اور نور نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس پتھر کے قریب لائے جو منیٰ میں واقع تھا۔ شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارادہ اور پختگی کو دیکھ کر مایوس ہوگیا اور راستہ میں ایک ڈراؤنی شکل بنا کر کھڑا ہوگیا اور کہا اے ابراہیم تمہیں کیا ہوگیا کہ تم شیطانی خواب دیکھ کر گھر کے چشم و چراغ کو قتل کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا یہ شیطانی خواب نہیں بلکہ حکم ربّی ہے میرے مولیٰ کا حکم ہے جا دور ہوجا، آپ نے اسی وقت سات

کنکریاں ماریں تو وہ زمین میں دھنس گیا۔(منیٰ) میں یہ وہی مقام ہے جہاں آج بھی جمرہ اخریٰ وسطیٰ، جمراولیٰ بنا ہوا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی مطابقت میں ہر حاجی تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔

ملائکہ میں ہلچل

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے راویت ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ مناسک حج ادا کر کے تشریف لائے تو شیطان آپ کو جمرہ اخریٰ کی جگہ نظر آیا آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا اسی طرح تینوں جمرات پر ہوا، چنانچہ جیسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پتھر پر چھری رگڑنی شروع کی فرشتوں میں ہلچل مچ گئی۔ چھری جب تیز ہوگئی تو حضرت ابراہیمؑ نور نظر کی کمر پر چڑھ گئے۔

فرشتوں میں شور مچ گیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پکار لگائی ایسی آواز کے ساتھ جو اللہ کی بڑائی کے لئے پکارا جاتا ہے اور اللہ کے نیک بندے کسی اچانک حادثات یا عجیب واقعات کو دیکھ کر پکارتے ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. سیدنا اسماعیل علیہ السلام جو چھری کے نیچے تھے نے سن کر فرمایا لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بھی جوش محبت میں فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔ یہ وہی مقدس کلمے ہیں جو آج تک ہر مسلمان مرد عورت ذی الحجہ کی نماز فجر سے لے کر 13 ذی الحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔فقہانے لکھا ہے کہ اگر کسی کی جماعت چھوٹ جائے تو وہ بھی نماز فرض کے بعد اس کلمہ کو ادا کرے۔عورتیں بھی اپنے گھروں میں آہستہ پڑھیں جس سے یادگار ابراہیمی تازہ ہو جاتی ہے۔

جنت سے مینڈھا

چنانچہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ حکم ربی کو بجالائے اور پوری کوشش کر ڈالی نور نظر کو قربانی کر دینے کی تو آواز آئی قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ. اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

مرضی مولیٰ تھی کہ اسماعیل ذبح نہ ہوں بلکہ حضرت ابراہیم واسماعیلؑ کو حکم خداوندی ملنے اور اس کی تعمیل پر جانثاری کا نمونہ دنیا میں پیش کرنا تھا۔اسی لئے جنت سے مینڈھا بھیج دیا گیا آپ نے اس کی قربانی پیش کی۔ یہ وہی مینڈھا تھا جو سیدنا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل نے اللہ کے نام پر نذر کیا تھا اور مقبول ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس واقعہ ذبح تک جنت میں تھا اور جنت کا آب ودانہ کھا کر فربہ ہو گیا تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے ذبح ہونے کے بعد اس کے سینگ ایک زمانے تک بیت اللہ میں لٹکے ہوئے تھے۔حجاج بن یوسف کے زمانہ میں جب کعبۃ اللہ میں آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو یہ سینگ بھی اس کے آگ میں جل کر ختم ہو گئے۔اس واقعہ کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام فلسطین چلے گئے۔

تعمیر بیت اللہ کا حکم

جب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا تو آپ اس وقت فلسطین میں تھے وہاں سے چلے مکہ معظّمہ تشریف لائے آپ جس وقت مکہ پہنچے اس وقت سیدنا اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے تیر بنا رہے تھے۔جیسے ہی والد بزرگوار پر نظر پڑی ادب سے کھڑے ہو گئے۔سدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا اسماعیل اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا جس

طرح آپ کے رب کا حکم ہے کیجئے آپ نے کہا بیٹا تم میری مدد کر سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ضرو کروں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس ابھرتے ہوئے ٹیلے کے ارد گرد گھر بناؤں۔ جس کی سب سے پہلے تعمیر فرشتوں نے کی تھی پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمائی جس کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ جب آسمان سے اتر کر زمین پر آئے تو فرشتوں کی صحبت اور ان کی تسبیح و تحلیل کو سننے سے محروم ہو گئے۔ جس کی وجہ سے ابوالبشر ہمیشہ مغموم رہا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور محمد الرسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرئیل علیہ السلام کو سیدنا آدم اور حوا علیھا السلام کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ تم دونوں مل کر میرا ایک گھر لوگوں کی عبادت کیلئے تعمیر کرو، تو سیدنا آدم نے عرض کیا کس جگہ تعمیر کروں؟ فرشتوں نے زمین پر نشانات لگائے چنانچہ حضرت آدم مٹی کھودتے تھے اور حضرت حوا مٹی نکالتی تھیں جب بنیاد مکمل ہوگئی تو سیدنا آدم نے اس کو پتھر سے بھر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ جنت کا ایک خیمہ اسی بنیادوں پر رکھوا دیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک پتھر لائے جس کو حجر اسود کہتے ہیں اس وقت یہ پتھر بالکل سفید تھا اس کی نورانی شعاعوں سے چاروں طرف روشنی پھیل گئی حضرت آدم کی نظر جب اس پتھر پر پڑی تو جنت کی راحتیں یاد آ گئیں اور طبیعت میں بیقراری سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑا۔

حجر اسود کا حضرت آدم سے کلام

اے آدم تم وہی ہو کہ حکم خداوندی کی نافرمانی کرتے ہوئے شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا تھا یہ سن کر آپ کو اور زیادہ رونا آ گیا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے پروردگار میرے اس گناہ کی وجہ سے ہر چیز مجھے ملامت کرتی ہے آپ کے اس

جملہ پر دریائے رحمت جوش میں آ گئی اور سیدنا آدم کی سیاہی حجر اسود کو دے دی گئی اور انسانوں کے گناہ کو جذب کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا کر دی گئی۔ اسی لئے اس پتھر کا نام حجر اسودہ پڑ گیا۔

چنانچہ حجر اسود کے فضائل کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود جنت سے اس حال میں اترا تھا کہ وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا اس کو انسانوں کے گناہ نے سیاہ کر دیا۔ (مشکوٰۃ)

یعنی گناہ گاروں نے جو اس کو ہاتھ لگائے تو اس کی گندگی سے میلا ہو گیا۔ ایک دوسری حدیث میں حجر اسود کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کے متعلق فرمایا۔ واللہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو اس شان سے نئی زندگی دیں گے کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور ہر اس شخص کے بارے میں گواہی دے گا جس نے برحق طور پر اس کو چھوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے ہیرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نور مٹا دیا ہے۔ اگر اس کا نور نہ مٹاتے تو وہ مشرق و مغرب کی درمیانی چیزوں کو روشن کر دیتے۔ (ترمذی) وہ خیمہ جو جنت سے لایا گیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وفات تک باقی رہا بعد وفات آپ کے اس خیمہ کو اٹھالیا گیا۔ صرف ایک اونچا ٹیلہ باقی رہ گیا تھا اللہ کے نیک بندے وہیں عبادت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر بیت اللہ کا حکم ہوا تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا مولیٰ کس جگہ تیرا گھر تعمیر کروں؟ چونکہ بنیادیں دب جانے کی وجہ سے پتہ لگانا مشکل تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک زوردار آندھی چلی اور ریت کے تودوں کو جوطوفان نوح میں کعبہ کی بنیاد پر جم گئے تھے اٹھا کر ادھر ادھر پھینک دیا اور پرانی بنیاد نظر آ گئی ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قدیم بنیادوں پرنشانات لگائے ۔غرض اللہ تعالیٰ نے رہبری فرمائی اور باپ بیٹے نے نے مل کر کام شروع کیا۔حضرت اسماعیلؑ ایک مزدور کی طرح پہاڑوں سے پتھر لا لا کر دیتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک (معمار) کی طرح ان پتھروں سے بیت اللہ تعمیر کرتے جاتے، جسے قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ .رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. وہ وقت یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل علیہ السلام بھی اور دعا کرتے جاتے تھے حج کے موقع پر مسلمان بہت سے ایسے ارکان ادا کرتے ہیں جو دین ابراہیمی کی یادگار ہیں طواف کے بعد دو رکعت نماز مقام ابراہیمؑ پر پڑھنا، صفا مروہ کی سعی کرنا منیٰ میں جمرات پر کنکریاں مارنا عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا، جس کے متعلق صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا یارسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے، اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تمام ادیان میں کونسا دین اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دین حنیف۔

چند باتیں جو سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوئیں

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سب سے پہلے مہمان نوازی کی سنت حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوئی، سب سے پہلے مونچھیں آپ

نے کٹوائیں، سب سے پہلے سر کے بالوں میں مانگ آپ نے نکالی، سب سے پہلے زیرناف بال آپ نے صاف کئے، سب سے پہلے ممبر پر خطبہ آپ نے دیا، فوجی لشکر کے لئے میمنہ میسرہ اور قلب کی تنظیم آپ نے تجویز کی، سب سے پہلے کمان آپ نے بنائی، سب سے پہلے معانقہ آپ نے کیا، سب سے پہلے ثرید کھانا آپ نے تیار کیا، سب سے پہلے پائجامہ آپ نے پہنا۔(ترجمان السنۃ)

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ ایک طرف وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پورے خشوع وخضوع کے ساتھ کرتے، تو دوسری طرف اپنی بدنی مصالح کی بھی پوری رعایت رکھتے تھے کہ کہیں جسم پر قابل نفرت بال یا ناخن یا میل کچیل نہ رہیں، جو موجب نفرت ہو، چنانچہ انبیاء علیہم السلام گو سب حنیف تھے مگر یہ امتیازی شان آپ ہی کو حاصل ہے کہ آپ کی ملت کا نام حنیفہ ہے۔

معمار کعبہ کی ازواج واولاد

آپ کی دو بیویاں تو مشہور ہیں، بڑی بی بی حضرت سارہ دوسری حضرت ہاجرہ، بڑی بیوی سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے مگر پہلے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے، بعد میں حضرت اسحاق پیدا ہوئے، اور تذکرۃ الانبیاء میں لکھا ہے حضرت اسماعیل سے حضرت اسحاق 16 سال چھوٹے تھے۔

معمار کعبہ کی تیسری بیوی

حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی قطورہ تھیں، مگر البدایہ والنہایۃ میں نام اس طرح لکھا ہے کہ قطورہ بنت یقطن کنعانیہ سے شادی آپ نے حضرت سارہ کے انتقال کے بعد کی تھی، جس سے اللہ تعالیٰ نے 6 بیٹے عطا فرمائے، جن کے نام زمران،

یقشان، مدان، مدیان، یشباق، شوحا وغیرہ ہیں۔مگر البدایۃ والنہایہ میں پانچ ہی نام کا پتہ چلتا ہے، چھٹے نام کی تحقیق نہیں ہے، اور نام میں بھی فرق ہے مثلاً البدایہ میں مدین، زمران، سرج، یقشان، نشق اور چھٹے کے بارے میں البدایہ میں تحقیق نہیں ہے، آگے البدایہ والنہایہ میں چوتھی بیوی کے بارے میں لکھا ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ نے قطورہ کے بعد حجون بنت امین سے عقد کیا جن کے بطن سے پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔
کیسان، سورج، امیم، لوطان، نانس۔

معمار کعبہ کی وفات اور مدفن

آپ کی وفات کے متعلق مختلف تاریخی روایات ہیں، ان میں دو مشہور ہیں کہ وفات کے وقت آپ کی عمر 75 سال تھی، اور دوسرے 2 سو سال تھی، واللہ اعلم، لیکن آپ کے روضہ کے متعلق کوئی اختلاف نہیں، آپ کا مزار مقدس حبرون میں ہے جس کو آج کل الخلیل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اسی مقام پر حضرت اسماعیلؑ اور حضرت یعقوبؑ بھی آرام فرما رہے ہیں۔

معمار کعبہ کو جنت کا پہلا لباس

ابن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مقام محمود کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک مقام ہے جو ہم کو اس دن نصیب ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ عرش عظیم سے اپنی کرسی پر تجلی فرمائے گا تو وہ اس طرح آواز کرے گی جیسا نیا کجاوہ کسی بڑی چیز کے وزن سے آواز کرنے لگتا ہے، اس کرسی کی وسعت آسمان اور زمین کے فاصلہ کے برابر ہے، پھر ساری مخلوق کو حاضر کیا جائے گا، سب مخلوق برہنہ جسم غیر مختون ہوں گے پھر سب سے پہلے جنت کا لباس

جس کو پہنایا جائے گا وہ ابراہیمؑ ہوں گے، ارشاد خداوندی ہوگا میرے خلیل کو پوشاک پہناؤ فوراً جنت کی چادروں میں سے دو سفید رنگ کی چادریں لاکر ان کو پہنائی جائیں گی، اس کے بعد (مجھے فضیلت کا لباس پہنایا جائے گا جیسا کہ میں ابھی عرض کیا تھا) آپ کی سب سے پہلی اولاد سیدنا اسماعیلؑ جو چھوٹی بیوی حضرت ہاجرہ سے پیدا ہوئے حضرت ابراہیمؑ مصر سے جب شام واپس ہوئے اس وقت بشارت ربی کے مطابق پیدا ہوئے، اور نام بشارت کے مطابق ہی (اسماعیل) رکھا گیا۔ اسماعیلؑ دو کلموں کا مجموعہ ہے، اسمع اور ایل عبرانی زبان میں معنیٰ آتے ہیں اے اللہ میری دعاء سن لے۔ چنانچہ تعمیر بیت اللہ کے مقدس کام میں آپ اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کے شریک کام کر رہے تھے، جسے قرآن پاک میں بیان کیا ہے، اور یاد کرائے پیغمبر جب اٹھا رہے تھے ابراہیمؑ بنیادیں خانہ کعبہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امامت اور صفائی ستھرائی وغیرہ کی ذمہ داری آپ حضرت اسماعیلؑ کے سپرد کی یعنی آپ کو متولی کعبہ بنا دیا گیا۔

تعمیر کعبہ کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 30 سال تھی، آپ بیت اللہ کے متولی لگ بھگ ایک صدی تک رہے، سیدنا اسماعیل نبی تھے اور آپ کی نبوت کا دائرہ سرزمین حجاز کے علاوہ یمن حضرموت وغیرہ تک پھیلا ہوا تھا۔

حضرت اسماعیل کا سب سے بڑا اشرف

خاتم المرسلینؐ کا سلسلہ حضرت اسماعیلؑ کے دوسرے بیٹے قدار سے جا کر ملتا ہے، چنانچہ سیدنا اسمٰعیلؑ کی پہلی شادی قبیلہ جرہم جو حضرت ہاجرہ کی اجازت سے زمزم نمودار ہونے کے بعد مقیم ہو گیا تھا، اسی قبیلہ کی ایک بیٹی عمارہ بنت سعد سے ہوئی تھی، جس کو آپ نے ناشکری کے بنیاد اور حضرت ابراہیمؑ کے حکم پر طلاق دیدی تھی،

آپ نے عربی زبان بھی اسی قبیلہ سے سیکھی تھی، چونکہ بچپن، جوانی کی زندگی ان کیساتھ گذری تھی اسی لئے آپ عربی زبان کے ماہر ہوگئے تھے، ویسے آپ قبطی اورعبرانی زبان بھی جانتے تھےاس کے بعد آپ کی دوسری شادی اسیدہ بنت مضاض سے ہوئی تھی۔ (ترجمان السنہ جلد2)

تذکرۃ الانبیاء لکھا ہے کہ اسی بیوی سے حضرت اسماعیل کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے، انہیں بیٹیوں میں دوسرے نمبر پر جو قدار پیدا ہوئے اسی قدار کی نسل سے ہمارے حضور ﷺ کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ سیدنا حضرت اسماعیلؑ عرب وحجاز کے مورث اعلیٰ اور حضور ﷺ کے اجداد میں سے ہیں جنہوں نے کعبہ کی خدمت اور اس کے بڑے بیٹے بنیت کے حوالہ کر کے داعی اجل کو لبیک کہا (اور اپنی والدہ کے پہلو میں جن کی 90 سال کی عمر میں وفات ہوئی تھیں، حجر اسود یا حطیم میں محراب رحمت کے نیچے مدفون ہیں) آپ کو مدفون کر دیا گیا۔

پورے روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں جس کا لوگ اس قدر طواف کرتے ہیں، سوائے پنج وقتہ نمازوں کے کوئی وقت خالی نہیں رہتا اور مطاف (جس جگہ طواف کیا جاتا ہے) میں کئی ہزار انبیاء علیھم السلام مدفون ہیں۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں پورا شہر مکہ جتنے رقبہ میں تھا آج تو اس سے کہیں زیادہ وسیع رقبہ میں حرم شریف ہے اور دنیا کی بے شمار نعمتیں وہاں دستیاب ہیں اور ہر ملک اپنے یہاں سے عمدہ اور لذیذ چیزیں مکہ ومدینہ بھیجنے میں فخر محسوس کرتا ہے، یہ ممکن ہے کہ کسی ملک کی کوئی عمدہ قسم کی چیز اس ملک میں نہ مل سکے لیکن مکہ ومدینہ میں وہ چیز مل جاتی ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے جو انہوں نے کئی ہزار سال پہلے کی تھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی تو بحکم ایزدی لوگوں

میں حج کا اعلان کیا قیامت تک آنے والے ان تمام لوگوں کے کانوں میں آواز پہونچ گئی جن کی قسمت میں اللہ نے حج کرنا لکھ دیا تھا۔ اس لئے حج وہی شخص کرتا ہے جس نے سیدنا حضرت ابراہیمؑ کی آواز پر لبیک کہا ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاَذِنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاتُوكَ رِجَالاً وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَاتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْق. اور پکار دو لوگوں کو حج کے واسطے چلے آئیں پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر (اور چلے آئیں دور دراہوں سے)۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہم تمام حاضرین کو بار بار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

محرم الحرام کے روزوں کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَاللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ. ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ۔صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

توڑ دیتا ہے بہت ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیٔ تسنیمِ عشق

قابل صداحترام معزز سامعین کرام اور پردہ نشین ماؤں اور بہنو! یہ محرم الحرام کا مہینہ چل رہا ہے اس لئے آج کے اس بارونق اجلاس میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محرم الحرام کی فضیلت سے متعلق کچھ اہم اور ضروری معروضات پیش خدمت کردوں، دوستو! ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں سارے انسان یکساں اور برابر نہیں، اسی

طرح ساری زمینیں بھی ایک حیثیت اور ایک درجہ کی نہیں، دیکھنے میں سارے انسان ایک ہی طرح لگتے ہیں دو ہاتھ دو پاؤں دو آنکھ سب کو ہیں لیکن ایک انسان کو دیکھو کہ سیکڑوں اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کی خدمت اپنے لئے باعث عز وافتخار سمجھتے ہیں اور ایک انسان ایسا ہے کہ اس کو کوئی گھاس ڈالنے والا نہیں، وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہے اور دو وقت کی روٹی کیلئے دردر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے اسی کو شیخ سعدی نے فرمایا۔ ’’یکے برحصیرو کے برسریر‘‘۔

ایک تخت شاہی پر بیٹھ کر زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لئے پورے ملک پر حکمرانی کررہا ہے اور ایک فقروفاقہ کے عالم میں پیٹ پر پتھر باندھ کر بوریئے اور چٹائی پر سوکر زندگی بسر کررہا ہے۔ یہ خدا کی مصلحت ہے۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ.

حقیقت میں ساری کائنات کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے جس کو چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہئے ملک چھین لے، اسی طرح مکانوں اور جگہوں کا حال ہے کہ سب یکساں اور برابر لیکن چند وجوہات کی بنیاد پر دونوں زمینوں میں کافی تفاوت اور فرق آجاتا ہے۔ آپ گھر میں فرض نماز پڑھیں اتنا ثواب نہیں پائیں گے جتنا مسجد میں پڑھنے کا پائیں گے اسی طرح مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب دیگر مساجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے اور بیت المقدس اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب سب جگہوں سے زیادہ بڑھا ہوا ہے یہی حال دنوں اور مہینوں کا بھی ہے کہ سارے مہینے اور سارے دن فضیلت اور مرتبہ میں یکساں اور برابر نہیں ہیں۔ جمعہ کی فضیلت ہفتہ کے دیگر دنوں پر بڑھی ہوئی ہے اور رمضان المباک کی فضیلت تمام مہینوں کی فضیلت سے بڑھ کر ہے اور محرم الحرام کی فضیلت رمضان المبارک کے بعد

تمام مہینوں کی فضیلتوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو انسان کی فطرت کے موافق بنایا ہے کیونکہ ہر شخص ایک ہی حالت پر نہیں رہتا ہے۔ بندہ ہر مہینہ میں یکساں عبادت وریاضت اور ذکر واذکار کی پابندی نہیں کرسکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عبادتوں کے لئے کچھ مہینوں اور ایام کو مخصوص کر دیا ہے کہ ان مہینوں اور دنوں میں عبادتوں کا ثواب زیادہ ہوگا، انہیں مہینوں میں ایک محرم الحرام کا مہینہ بھی ہے۔

سورۂ توبہ میں ارشاد ہے: "إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ (التوبة) "مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، ان میں چار ماہ حرمت وادب کے ہیں، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔"

ان چار مقدس مہینوں میں سے ایک محرم الحرام بھی ہے، بقیہ تین مہینے رجب، ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ اسلام سے قبل عرب کے جاہل اور مشرک بھی ان چار مہینوں کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ ان مہینوں میں جنگ وجدل اور ظلم وزیادتی سے باز رہتے، حتی کہ اگر کوئی ان مہینوں میں اپنے کسی باپ کے قاتل کو بھی پاتا تو حرمت کا خیال کرتے ہوئے اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا۔ اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام اور آخری مہینہ ذی الحجہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی سال کا آغاز بھی حرمت والے مہینے سے کیا اور اسکا اختتام بھی حرمت والے مہینے پر کیا۔

محرم کے روزے

محرم کے روزوں کی احادیث میں بڑی فضیلت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ رمضان کے بعد

سب سے افضل روزے کون سے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِیْ تَدْعُوْنَهُ الْمُحَرَّمَ"۔ اللہ کے مہینے کے روزے جسے تم محرم کے نام سے یاد کرتے ہو۔" (ابن ماجہ)

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: "أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم" رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم الحرام کے ہیں۔" (مسلم)

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ "اس حدیث میں صراحت ہے کہ رمضان کے بعد ماہِ محرم روزوں کے لئے افضل مہینہ ہے"۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل روزوں میں سب سے افضل محرم الحرام کے روزے ہیں۔" (نیل الاوطار)

ماہِ محرم صرف مسلمانوں کے نزدیک ہی بابرکت نہیں بلکہ دنیا کی اکثر قوموں کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اہل عرب محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "كَانَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءِ يَوْمَ مَا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ"۔ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اکرم ﷺ بھی (دور جاہلیت میں) اس کی پابندی فرماتے تھے۔"

یہودی بھی یومِ عاشورہ کی تعظیم میں روزہ رکھتے

یہود بھی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدُ صِيَاماً يَوْمَ عَاشُوْرَاءِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا هٰذَا الْيَوْمِ الَّذِي تَصُوْمُوْنَهُ؟

فَقَالُو: هَذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ أَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوسىٰ وَ قَوْمِهِ وَغَرَقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ فَصَامَهُ مُوسىٰ شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمَهُ." (مسلم) رسول اکرم ﷺ

ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ ایک تاریخی دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا، موسیٰ نے شکریہ کے طور پر اس دن روزہ رکھا، ہم بھی ان کی اتباع میں روزہ رکھتے ہیں"۔

نصاریٰ بھی یوم عاشوراء کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: **انه يوم تعظمه اليهود والنصارىٰ.** "یہ وہ دن ہے جس کی یہود ونصاریٰ تعظیم کیا کرتے ہیں"۔ (ابوداؤد)

مدینہ پہنچنے کے بعد جب آپ ﷺ کو یوم عاشوراء کے روزے کی حقیقت معلوم ہوئی جس کا اہتمام یہودی کیا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "**فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ وَأَمَرَ بِصِيَامِهٖ**". (مسلم) موسیٰ کی پیروی کے تم سے زیادہ حق دار ہم ہیں، پھر آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور اپنے اصحاب کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا"۔ آپ ﷺ اس روزے کا حد درجہ اہتمام کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "**ما رأيت النبي ﷺ يتحرى صيام يوم فضله على غيره الا هٰذا اليوم يوم عاشوراء وهٰذا لشهر يعني شهر رمضان.** (بخاری) میں نے رسول اکرم ﷺ کو یوم عاشوراء اور رمضان المبارک کے روزوں سے بڑھ کر کسی بھی روزے کا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا"۔

رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل عاشورہ کے روزہ کا قیام

رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل آپ ﷺ خود اس کا اہتمام کرتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کے اہتمام کا تاکیدی حکم دیتے، چنانچہ ربیع بنت معوذؓ کہتی

ہیں: "**أرسل النبي ﷺ غداة عاشوراء الى قرى الأنصار من أصبح مفطر فليتم بقية يومه ومن أصبح صائما فليصم قالت فكنا نصومه بعد ونصوم صبياننا ونجعل لهم اللعبة من العهن فاذا بكى أحدهم على الطعام أعطيناه ذالک حتى يكون عندالأفطار**". (بخاری)

"رسول اکرم ﷺ نے عاشوراء کی صبح انصار کی بستیوں میں ایک منادی کو بھیجا جس نے اعلان کیا کہ جو شخص روزے سے نہیں وہ (روزے کی نیت کر لے اور) بقیہ دن روزے میں گزار دے اور جس نے روزے کی نیت کی ہے وہ اپنی نیت برقرار رکھے۔ (ربیع بنت معوذؓ کہتی ہیں) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے، جب وہ بھوک کی وجہ سے رونے لگتے تو ہم ان کے سامنے کھلونے رکھ دیتے تاکہ وہ روزہ مکمل کر لیں"۔

عاشورا کے ساتھ محرم کی نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھنا چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ نے جب صحابہ کرامؓ کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ نے کہا: "**انه يوم تعظمه اليهود والنصارىٰ.** "یہ وہ دن ہے جس کی یہود ونصاریٰ تعظیم کیا کرتے ہیں"۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہم آئندہ سال نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے (تاکہ ان کی مشابہت سے محفوظ رہیں)۔ (ابوداؤد)

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **لئن بقيت الى قابل لأصول من التاسع.** (مسلم) اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ضرور محرم کی نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا"۔ اس حدیث میں ہمارے لئے جو سب سے اہم چیز ہے وہ یہ کہ ہم ہر ایسی چیز سے کلیۃً اجتناب کریں جس میں غیروں کی مشابہت ہو لیکن فطریات میں نہیں مثلاً کھانا وہ بھی کھاتے ہیں اور کھانا ہم بھی کھاتے

ہیں،البتہ ان کی کیفیت اوران کا جوطریقہ ہے اس میں مشابہت نہ ہو،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض مشابہت کیوجہ سے نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کی بات فرمائی تاکہ ہماری ان سے مشابہت نہ رہے۔حضور ﷺ نے ارشادفرمایا”خَالِفُو الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى“ یہودونصاریٰ کی مخالفت کرو۔دوسرے موقع پرارشادفرمایا۔ أُخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبُ ۔یہودونصاریٰ کوجزیرہ عرب سے نکالدولیکن آج ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ مغربی اقوام اورکی بنی ہوئی اشیاء کے دلدادہ ہیں اورفخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ یہ امریکہ کا بنا ہوا، یہ انگلینڈ سے میرے ابولےکرآئے ہیں۔

رمضان کے روزے کے بعد عاشورہ کا روزہ فرض نہیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: فَلَمَّا فَرَضَ رَمَضَانَ كَانَ هُوَ الْفَرِيْضَةِ وَتَرَكَ الْعَاشُوْرَاءِ فَمَنْ شَاءَ صَامِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ. (ابوداؤد) جب رمضان کے روزے فرض کردیئے گئے تو آپ ﷺ نے عاشورا (کے روزے کا وہ اہتمام جو پہلے کیا کرتے تھے) ترک کردیا،صحابہ میں جو چاہتے روزہ رکھ لیتے اور جو چاہتے ترک کردیتے۔“ایک اورحدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: هٰذا يوم عاشوراء ولم يكتب الله عليكم صيامه وأناصائم فمن شاء فلصيم ومن شاء فليفطر ۔(صحیح الجامع) یوم عاشورہ کا روزہ اللہ تعالیٰ نے تم پرفرض نہیں کیا،البتہ میں اس دن روزہ رکھتا ہوں، تم میں سے جس کا جی چاہئے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہئے نہ رکھے“۔

اس روزے کےثواب کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله. (مسلم) مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزے کی وجہ سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف فرمائے گا۔“

ایک اہم نکتہ کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن اور

حدیث میں بہت سے مقامات پراس طرح کی بشارتیں آئی ہیں کہ فلاں کام کرنے سے اتنے سال کے گناہ معاف ہوجائیں گے،فلاں کام کرلینے سے زندگی بھر کے گناہ معاف ہوجائیں گے علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس سے مراد صرف صغیرہ گناہ ہیں نہ کہ کبیرہ، ویسے اللہ اپنی مرضی سے صغائر وکبائر سارے گناہ معاف کرسکتے ہیں،لیکن اصول وضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبائر بغیرتوبہ کے معاف نہیں فرماتے۔ضمنی طور پر ایک بات اوربھی عرض کرتا چلوں کہ اگرایسی عبادت ہے جس میں استغفاربھی ہوتو چونکہ استغفاربھی توبہ کے قائم مقام ہے اس لئے صغائر کے ساتھ کبائر بھی معاف ہوں گے۔چونکہ مومن کی شان سے بعید ہے کہ اس سے گناہ کبیرہ کا صدور ہوا سلئے گناہ کبیرہ کی معافی کا تذکرہ بھی نہیں آتا،لیکن اگر ہوجائے تو اللہ بڑے غفور ہیں توبہ کرلینے سے سارے گناہ معاف کردیتے ہیں۔

روزہ خواہش نفس پرقابو پانے کا بہترین ذریعہ اورہتھیار

یوں تو حکماء واطباء نے روزہ رکھنے کے بہت سے جسمانی فوائد بیان کئے ہیں اورکیوں نہ ہوں جبکہ حاکم مطلق اورخلاّق عالم نے پورے ایک مہینے کے روزے بندوں پرفرض قراردیئے۔اللہ تعالیٰ کواپنے بندوں سے کئی گنا زیادہ محبت ہے،جتنی ماں کواپنے بچے سے ہوتی ہے،اسلئے اللہ تعالیٰ بندوں پرایسی ہی چیزیں لاگوکرسکتے ہیں جس میں بندوں کا دنیوی اوراخروی دونوں طرح کا فائدہ ہو،فرض تو صرف رمضان المبارک کے روزے ہیں لیکن عام مہینوں کا روزہ بھی آدمی کے دنیوی واخروی فلاح کا ضامن ہے۔روزہ سے انسان اپنے خواہش نفس پرقابو پاسکتا ہے، حدیث میں ہے الصيام جنة (روزہ ڈھال ہے)یعنی جس طرح سے لڑائیوں میں ڈھال سے حفاظت ہوتی ہے اسی طرح روزہ بھی شیطان کے وارکوروکتا ہے اورروزہ

رکھنے والا بہت سے گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، لیکن ہر چیز حد اعتدال کے اندر ہونی چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ہر دن روزہ رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَلِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقّاً، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھا کرو ایک دن روزہ رکھتے؟ ایک دن افطار کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کا معمول بھی بڑی کثرت سے روزہ رکھنے کا تھا کوئی مہینہ یا کوئی ہفتہ روزوں سے خالی نہیں ہوتا تھا، ہر مہینہ کے ایام بیض (15,14,13) میں اکثر روزے رکھتے۔ شوال کے چھ دن اور محرم کے دس دن روزوں میں بسر ہوتے تھے۔ ہفتہ میں دوشنبہ اور جمعرات کا دن روزوں میں گذرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسوۂ رسول اکرم ﷺ ہمارے اندر پیدا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

مسلمان کی ترقی میں رکاوٹ کے اسباب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ. وَلِیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنُھُمُ الَّذِیْ اِرْتَضٰی لَھُمْ وَلِیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمِناً. یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئاً. وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رَم سے
میری فطرت کی بلندی ہے نوائے غم سے

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو ملک کا حاکم بنائیگا۔ جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو حاکم بنایا،

اور جمادیگا ان کے لئے دین انکا، جو پسند کردیا ان کے واسطے اوران کے ڈر کے بدلے میں امن دے گا۔ وہ جو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو ناشکری کریں گے اس کے بعد وہی نافرمان ہیں۔

برادران اسلام! آج کے اس روح پرور اجلاس میں جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے اس میں نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے، اوران سے عظیم الشان وعدے کئے گئے ہیں جیسا کہ ترجمہ سے آپ حضرات نے سمجھ لیا اور اس وعدے کو پورا بھی کیا اور صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں کو زمین کا خلیفہ اور حاکم بنایا اور وہ زمین کے بڑے بڑے رقبہ کے مالک اور بادشاہ بنے!

ہمیں غور کرنا چاہئے کہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے وہ ترقی کے اس بام عروج تک پہونچے کہ مشرق ومغرب میں ان کا سکہ چلتا تھا۔ انسان تو انسان جانور تک ان کی فرمانبرداری سے انحراف نہیں کرتے تھے۔ آخر ہم بھی تو مسلمان ہیں ہمارا بھی قرآن کا کلام الٰہی ہونے پر یقین ہے، ہم بھی اللہ ورسول کو مانتے ہیں۔ پھر کیا اسباب وعوامل ہیں کہ ہم ذلت وپستی کے غار میں چلے گئے؟ اور ہماری حیثیت سمندر کے جھاگ اور پانی کے بلبلوں کے مانند ہوکر رہ گئی اربوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود کوئی عزت ووقار نہیں، کوئی رعب ودبدبہ نہیں، میرے پیارے بھائیو! ہماری ناکامی ونامرادی اور پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر صحابہ جیسا ایمان اور صحابہ جیسا اخلاص نہیں رہا، ان کے اندر **زھد فی الدنیا حب فی الآخرۃ** تھی۔ ہمارے اندر اخلاص، تقویٰ للّٰہیت، ایثار وقربانی کا جذبہ نہیں، چوبیس گھنٹے دنیا کمانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ نہ نماز کی فکر نہ روزے کی پرواہ، نہ حلال وحرام کی تمیز، سودکھا رہے ہیں، معاصی اور گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، ترقی کیسے مل سکتی ہے؟

اگر آج کے مسلمان صحابہ جیسی سیرت اپنائیں صحابہ جیسا یقین اپنے اندر پیدا کریں تو کوئی بعید نہیں کہ مسلمان بھی اسی ترقی کے بام عروج تک پہونچ جائیں؟ کیونکہ قرآن رہتی دنیا تک کیلئے ہے۔ ؎

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

آج ہم دین سے دور ہورہے ہیں، احکام اسلام پر پابندی سے عامل نہیں ہیں اصل بات یہ ہے کہ حرص وہوس نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، طبیعت آرام پسند ہے، خواہش ہوتی ہے عیش وعشرت کے سامان جمع ہوں۔ دین واسلام کا نام محض بطور امتیاز وشعار کے باقی رہے، بلکہ ان احکام کے ساتھ استخفاف سے پیش آتے ہیں۔ بھائیو! یہ کیسا دین ہے۔ **قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ.** آپ فرمادیجئے کہ بری باتیں سکھاتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر تم ایمان والے ہو، مومن اور صاحب ایمان ہونے کا تقاضہ ہے کہ اسلام کے پورے پورے احکام پر عمل کرو اور سوفیصد مسلمان بن کر زندگی گزارو۔

دوستو! دین کو مت ضائع کرو، بے وقعت مت سمجھو، تحصیلِ دنیا میں احکام وقوانین الٰہی کی پابندی رکھنے کی کوشش کرو، دنیا کو دین پر ترجیح مت دو، جس جگہ دونوں کو نہ تھام سکو تو دنیا کے نفع کو چولہے میں ڈال دو، نماز روزہ سے غافل مت ہوجاؤ۔ عقائد اسلام پر پختہ رہو، بری صحبت سے بچتے رہو اور نہ بچ سکو تو کم ازکم بلا ضرورت دوستی اور اختلاط تو نہ کرو، علماء صلحا، کی صحبت سے نفرت مت کرو۔

اپنے عقائد واعمال کو ان کی خدمت میں جا کر سنوارتے رہو، کوئی شبہ ہو دریافت کرلیا کرو اور غیرحق پر نظر مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے اقوال وافعال

پر بصیر وخبیر سمجھو، حساب و جزا سے ڈرتے رہو۔ وضع ولباس میں شریعت کا پاس رکھو، غرباء ومساکین کو حقیر مت سمجھو، ان کی خدمت وسلوک کو فخر سمجھو، اپنے کو تواضع اور مسکنت سے رکھو، بڑوں کا ادب کرو، کسی پر ظلم وغصہ مت کرو، دل میں رقت پیدا کرو، سنگدل، جلد بازمت بنو، جس قدر حلال طریقہ سے مل جاوے، اس پر قناعت کرو اپنے سے زیادہ مالداروں کو دیکھ کر حرص مت کرو، سادگی سے بسر کرو تا کہ فضول خرچی سے بچو، اس طرح کثرتِ آمدنی کی بھی حرص نہ ہوگی، جس قدر اسلامی اخلاق ہیں ان کو برتاؤ میں رکھو۔ اَللّٰهُمَّ اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ. صِرَاطَ الَّذِينَ اَنعَمتَ عَلَيهِمُ غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّين. آمین!

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ انصاف سے دیکھ لیجئے کہ صحابہؓ نے کس چیز میں ترقی کی تھی دین میں یا دنیا میں اگر توسیع ممالک میں کوشش کی تھی تو کیا اس سے ترقی تجارت، یا زراعت یا رفعت وصنعت مقصود تھی یا نماز وروزہ قرآن وذکر اللہ واقامت حدود وعدل مطمح نظر تھا؟ قرآن مجید اس کی تصدیق کر لیجئے صحابہ اور مہاجرین کا ذکر فرما کر ارشاد ہوتا ہے۔

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر اختیار دے دیں ہم ان کو زمین میں تو قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ اور بتلائیں نیک باتیں اور روکیں برے کام سے اللہ ہی کے لئے ہے انجام سب کاموں کا۔

ان حضرات کے حالات کی تحقیق کر لیجئے کہ باوجود ان فتوحات وغیرہ کے کبھی پیٹ بھر کر کھایا نہیں، نیند بھر سوئے نہیں، شب وروز خوف وخشیت وذکر وفکر میں گزرتے تھے بلکہ دنیا کی اس کثرت سے فراخی کو دیکھ کر ڈرتے اور روتے تھے۔ (اصلاحی نصاب)

مومن گناہوں پر خوش نہیں ہوتا

امام ابن الجوزیؒ نے فرمایا: کہ گناہوں پر لذت عقل کا اندھا ہی محسوس کرتا ہے مومن شخص گناہوں پر کبھی مسرت محسوس نہیں کرتا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کا خوف منع کر دیتا ہے۔ اور وہ برے فعل سے رک جاتا ہے، اگر کچھ لحظہ کیلئے وہ اس میں غرق بھی ہو جاتا ہے اور اس پر شیطنت غالب آ جاتی ہے، اور حرام چیزوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو بعد میں اسے ندامت وشرمندگی محسوس ہوتی ہے اور وہ اپنے نفس کو کوستا ہے تک کہ وہ رب العالمین سے توبہ واستغفار کرتا ہے۔

میرے نوجوان بھائیو! سوچو تو سہی اللہ سے ملاقات کے دن کیلئے تم نے کیا تیاری کر رکھی ہے، جب یوم آخرت کی طرف سفر کرو گے، اس دن کے لئے تم نے کیا جمع کر رکھی ہے، تمہارا زادِ راہ کیا ہے؟ کیا جب لوگ اللہ کے پاس اپنی اپنی نیکیاں اور اچھے اعمال لے جائیں گے تو اس وقت گانے کی فلمیں اور کیسٹیں اور سیریل اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرے گا؟ کیا یہی دین کمایا ہے اور یہی تمہارا آخرت کا توشہ ہے؟ کیا تم اس حدیث پر غور نہیں کرتے جس میں اللہ کے حبیب محمد الرسول ﷺ نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، جس میں دو چیزیں تو واپس چلی آتی ہیں، ایک اس کے ساتھ باقی رہتی ہے۔ اس میں جو واپس لوٹ آتی ہیں وہ اس کے اہل وعیال اور مال ہیں، اور جو اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے وہ اس کا عمل صالح ہے۔

اسلام سادگی کو پسند کرتا ہے

اسلام کا وہ خداداد حسن وجمال ہے کہ سادگی میں بھی وہ دلربا ودلفریب ہے بلکہ سادگی میں اس کا زیادہ روپ کھلتا ہے، اور زیب وزینت سے تو چھپ جاتا ہے۔

صحابہؓ کے زمانہ سے اس وقت تک سیر وتواریخ سے تحقیق کر لیجئے کہ جس کسی شخص میں کامل اسلام تھا تمام موافق ومخالف اس کی ہیبت وعظمت کو مان گئے اور ہماری وقعت بدون نمائش وتصنع کے نہیں ہے، سبب اس کا یہی ہے کہ ہمارا اسلام قوی وکامل نہیں اس کے رخنوں کو مہمل زیب وزینت سے رفو کرتے پھرتے ہیں۔ اب بھی اللہ کے بندے اس قسم کے جہاں کہیں موجود ہیں ان کی وقعت وعظمت خود جا کر آنکھ سے دیکھ لیجئے، حضرت مولانا سیدنا الشاہ محمد فضل الرحمٰن گنج مرادابادیؒ کی خدمت میں بڑے بڑے امراء وحکام حاضر ہونا اور ادب وتعظیم کے ساتھ حضرت کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت بوعلی دقاق کی نصیحت

ابوعلی دقّاق نے فرمایا: جس نے جوانی میں شہوت پر قابو رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھاپے میں عزت سے نوازتا ہے۔ اللہ کے ارشادات وفرمودات کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تمہاری بیوی اور بچوں کی نگرانی کرے گا۔ معاشرہ اور قوم کی حفاظت کرے گا؟ میرے بھائی! تم مردانہ قرار، آزادانہ ارادہ اور پختہ عزم والے بنو۔ اپنے اندر سے غیر اللہ کی محبت کی پرستش نکال پھینکو اور اگر شہوت نفسانی کو جھٹک پھینکنا نہیں چاہتے تو سوچو اور غور کرو کہ اللہ رب العزت نے کس لئے پیدا کیا؟ اور خواہشات کی اتباع کے بارے میں غور وفکر کرو۔

تم کو کیا ہو گیا اللہ تعالیٰ کے اس قول پر غور نہیں کرتے۔ مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ (النور)

وہ آنکھوں کی خیانت اور پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ (مؤمن)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (التحریم)

کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔ (اسراء)

جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے، یقیناً یہ ملامت زدوں میں سے نہیں ہیں، اور اس کے سوا اور کچھ چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ (المومن)

دنیا سے اور عورتوں سے ڈرو اس لئے کہ اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کی وجہ سے ہوا تھا۔ (مسلم)

آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں ان کا زنا دیکھنا ہے یعنی حرام کو دیکھنا ہے۔

دنیا سے دل لگانا دین سے دوری پیدا کرنا ہے

امام ابن القیم جوزیؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے حیا نہ کرنے اور یوم آخرت سے غافل رہنے، نفسانی خواہشات برائیوں پر ابھارتی ہے اور گناہوں کو جنم دیتی ہے۔ اگر دنیاوی برائیوں اور غلط کاریوں پر غور کیا جائے تو ان ہی دونوں چیزوں کی غفلت سے یہ چیزیں آتی ہیں جو انسان کو بربادی اور جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

غفلت اور لاپرواہی سے اتباع خواہشات نفسانی پائی جاتی ہیں ان کی نحوست سے ایسی برائیاں جنم لیتی ہیں جو پوری دنیا میں آج شر وفساد کی جڑ ہیں۔ مثلاً

عورتوں اور نوجوانوں میں امانت میں خیانت کا مرض پیدا ہونا۔

کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ دین وایمان واخلاق سب تم سے جدا ہو جائیں؟

کیا تم یہ بات گوارہ کرتے ہو کہ تمہارے ذریعہ اسلام وایمان کی بنیاد مسمار ہو جائے؟

کیا اس بات کو گوارہ کرتے ہو کہ کفر وشرک اور فساد کو رواج دو اور انہیں پھیلاؤ؟

تم نے عالیہ اخلاق کو فساد سے تبدیل کر کے گھر میں جو احسان تھا اسے ملیا میٹ کر دیا۔ حجۃ الاسلام امام محمد الغزالیؒ نے ارشاد فرمایا حسد اور رشک آج جس قدر پھیلا ہوا ہے غالبا دنیا کی کسی اور قوم میں نہ ہوگا، ملک میں جس قدر مفید کام شروع کئے جاتے ہیں، ان کے برہم ہو جانے یا تکمیل نہ پانے کی وجہ زیادہ تر یہی حسد اور رشک ہوتا ہے، حسد بظاہر ایسا کھلا اور ذلیل عیب ہے کہ کسی بڑے آدمی کے خیال میں نہیں آسکتا کہ وہ اس مرض میں مبتلا ہوگا، حالانکہ بڑے آدمیوں میں یہ مرض زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسے پیرائے میں ہوتا ہے کہ وہ تمیز نہیں کر سکتے۔ حسد کے پیدا ہونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کمتر اور پست حالت میں نہیں دیکھ سکتا، اس لئے جب اس کو کوئی شخص اس سے ممتاز نظر آتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کم سے کم میں اس کے برابر ہو جاؤں، برابری کے صرف دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں یا جو یہ شخص بھی اتنا ہی ممتاز ہو جائے یا وہ شخص گھٹ کر اس شخص کی سطح پر آ جائے۔ چونکہ پہلی بات کم نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے خواہ مخواہ دوسرا خیال (حسد) پیدا ہوتا ہے۔

حسد انتہائی خطرناک اور مہلک مرض ہے جس آدمی میں یہ برائی آ گئی وہ ترقی کبھی نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اسے ہمیشہ یہ فکر رہے گی فلاں شخص کے پاس جو نعمت ہے وہ ضائع ہو جائے حالانکہ اس کے چاہنے سے نعمت زائل تو نہیں ہوگی البتہ یہ خود جلتا رہے گا۔ حسد سے ملتا جلتا ایک لفظ ہے رشک کہ آدمی دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر اسی جیسی نعمت اپنے پاس ہونے کی تمنا کرے لیکن دوسرے کی نعمت زائل ہونے کی آرزو نہ کرے یہ جائز ہے لیکن حسد جائز نہیں۔ آج کل مسلمانوں میں حسد بہت عام ہو گیا ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بڑھتا اور ترقی کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا ہے، پڑوسی پڑوسی کا حاسد، بھائی بھائی کا حاسد دوست دوست کا حاسد دلوں میں بغض وعداوت

اور نفرت و کدورت کا انبار لگا ہوا ہے ترقی کہاں سے مل سکتی ہے؟ اگر میل جول، الفت ومحبت، اخوت و بھائی چارگی سے رہیں، ایک دوسرے کے جائز حقوق کا خیال کریں اللہ کے بتائے ہوئے طریقے اور بھیجے ہوئے شرائع پر اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وفرمودات پر عمل پیرا ہو جائیں تو ترقی کی راہیں یقیناً کھل جائیں گی اللہ کا فرمان کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ رسول صادق ومصدوق کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی ہے یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے۔ یہ صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰـہُ۔ ارشاد ربانی ہے وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. اور پست ہمت نہ بنو اور غم نہ کرو اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ آج مسلمان کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو سدھارنے کی ضرورت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ.

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

مسلمان غیروں کو ہرگز نہ دیکھیں کہ وہ تو سود کھاتے ہیں حرام کاری اور بدکاری میں مبتلا ہیں اس کے باوجود ترقی کرتے ہیں، احکام شرع کے مکلّف مومن ہیں اس لئے ہم سے اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو نہ ہم دنیوی ترقی کر سکتے ہیں نہ دینی اللہ ورسول کی اطاعت میں ہی ہماری ترقی کا راز مضمر ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حرام سے بچنے اور نیکی وتقویٰ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

محرم الحرام اور شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ

دو الگ الگ حقیقتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِيَّ بَعْدَهُ، اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. وقال تعالىٰ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

اٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفسِ سوختۂ شام وسحر تازہ کریں

قابل قدر نوجوانان اسلام معزز بزرگو اور عزیز بھائیو! کسی بھی معاملہ میں افراط وتفریط اور غلو اچھی چیز نہیں محرم الحرام کی فضیلت وبرکت سے کون انکار کرسکتا ہے اس

مہینہ کو شہر حرام قرار دیا گیا یعنی اس مہینہ میں اہل عرب زمانہ جاہلیت میں بھی قتال کو حرام اور بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے اور بڑے سے بڑے دشمن کو بھی اس مہینے میں مہمان ہی سمجھتے تھے۔ جب حضور ﷺ کی عمر شریف پندرہ بیس برس کی ہوئی تو طائف کے قریب ایک جگہ عکاظ ہے جہاں حرام مہینوں میں بڑا بازار لگتا تھا۔ وہاں قبیلہ ہوازن اور قریش کے درمیان جنگ ہوگئی، چونکہ حرام مہینوں میں ہوئی تھی اسلئے اس جنگ کا نام حرب فجار پڑا اہل عرب چار مہینوں کا بڑی کثرت سے اہتمام کرتے تھے۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب، ایک قبیلہ مضر تھا وہ رجب کا اتنا زیادہ احترام کرتا تھا کہ اس کو رجب مضر کہا جانے لگا، کہنے کا حاصل یہ ہے کہ محرم الحرام کی فضیلتیں اور برکتیں بے شمار ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص عاشوراء (دسویں محرم کے دن لوگوں پر وسعت وفراخی کرے گا اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر فراخی اور رزق میں وسعت فرمادیں گے۔ حتی کہ ابتداء اسلام میں جب رمضان المبارک کا روزہ فرض نہیں ہوا تھا تو مسلمان عاشوراء ہی کا روزہ رکھتے تھے۔ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوگیا، لیکن سنت آج بھی ہے اور اس کی فضیلتیں اور برکتیں آج بھی ہیں۔ ﷺ نے برابر عاشوراء کا روزہ رکھا ہے اور صحابہ کرام نے بھی نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں عاشوراء کا روزہ رکھا، لیکن آج کل لوگوں نے صرف یہ سمجھ رکھا ہے کہ محرم الحرام کی فضیلت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہی سے وابستہ ہے۔ میں نے خطبہ میں دو آیتیں تلاوت کی ہیں۔ پہلی آیت اشہر حرم میں قتال کی ممانعت سے متعلق ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی ایک جماعت کو حضور ﷺ نے کافروں کی ایک جماعت سے مقابلہ کیلئے بھیجا تھا۔ صحابہ کرام نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی

الثانیہ کی آخری تاریخ ہے حالانکہ وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔صحابہ کرامؓ نے لڑائی
کی اور مال لوٹ کرلائے اب کافروں نے لعن طعن کرنا شروع کردیا کہ محمد ﷺ تو
اپنے ساتھیوں کو حرام مہینہ میں بھی قتال کی اجازت دیتے ہیں۔صحابہ کرام نے حضور
علیہ السلام سے عرض کیا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازہوئی کہ حرام مہینہ میں قتال کرنا یقیناً
برا ہے۔مگر صحابہ کرام نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا اور اس سے بڑا گناہ لوگوں کو اللہ
کے راستہ سے روکنا، ایمان نہ لانا، اللہ کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا ہے یہ تو پہلی
آیت کا مفہوم تھا اور دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید
ہوگئے اور انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کردیا۔ان کو مردہ مت کہو درحقیقت وہ
زندہ ہیں۔ان کو اللہ کے یہاں سے رزق ملتا ہے وہ کھاتے ہیں پیتے ہیں۔مگر تم اِن
نگاہوں سے دیکھ نہیں سکتے۔اور ان عقلوں سے سمجھ نہیں سکتے، سوچ نہیں سکتے ہو، اس
آیت کو موضوع بناکر میں شہادت حسین کا تذکرہ صحیح تاریخ کی روشنی میں پیش کرنے
کی کوشش کرونگا۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول حضرت
حسینؓ کی شہادت ہے یہ آیت کریمہ تو بہت پہلے نازل ہوئی پھر وحی کا سلسلہ منقطع
ہوگیا اور شہادت حسین کا واقعہ ۶۰ ہجری میں پیش آیا ہے۔طول میں نہ جاتے ہوئے
اصل واقعہ کی طرف آتا ہوں

میرے عزیز نوجوانو! اس ماہ کی دسویں تاریخ (یوم عاشوراء کے دن) ہی کو
شہادت حسینؓ کا ایک افسوسناک سانحہ بھی پیش آیا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت
معاویہؓ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کردیا تھا۔کئی ایک
اجلۂ صحابہ نے ان کے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کیا، جن میں حضرت حسینؓ بھی تھے،
اہل کوفہ نے بھی یزید کی خلافت کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور پے

درپے حضرت حسینؓ کو خطوط لکھے کہ آپؓ یہاں تشریف لائیں ہم آپؓ کو اپنا خلیفہ تسلیم
کرلیتے ہیں۔حضرت حسینؓ ان کے کہنے میں آگئے اور کئی ہمدردوں اور خیرخواہوں
کے سمجھانے کے باوجود اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے، ابھی
راستے ہی میں تھے کہ کوفیوں کی سازش کا شکار ہوگئے اور شہید کردیئے گئے۔

حضرت حسینؓ کی شہادت یقیناً امت کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے، لیکن خود
حضرت حسینؓ کے حق میں یہ کوئی مصیبت نہیں بلکہ یہ انکے لئے شہادت کا عظیم رتبہ
ہے۔شہادت اسلام میں نبوت اور صدیقیت کے بعد تیسرا بڑا رتبہ ہے۔جیسا کہ سورۂ
نساء میں ارشاد ہے۔ومن یّطعِ الله والرَّسُولَ فَأولٰئِکَ معَ الذِیْنَ أنعمَ اللهُ
علیهِمْ منَ النَّبِیّن والصّدیقینَ والشُّهداء والصَّالِحِینَ وَحسُنَ أُولٰئِکَ
رَفِیْقاً. (النساء) اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان
لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی، صدیق اور شہید
اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں''۔

اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کا اللہ کے نزدیک بہت ہی اونچا مقام ہے۔
سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا:'' وَلا تَقُولُوا لِمَنْ یُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ
أَحْیَاءٌ وَلٰکِن لَّا تَشْعُرُون (البقرہ) ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت
کہو، وہ زندہ ہیں، لیکن تم شعور نہیں رکھتے''۔

جو اسلام کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی عزیز جان قربان کردے
وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہے، اس سلسلے میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔
''فَذَهَبَ کَثِیْرَ مِنَ السَّلَفِ اِلٰی اَنَّهَا حَقِیْقَةً بِالرُّوحِ وَالْجَسَدِ وَذَهَبَ
الْبَعْضُ اِلٰی النَهَارِ وَحَانِیَةِ وَالْمَشْهُور تَرْجِیْحُ الْاَوَّلُ''. اکثر سلف وصالحین

کی رائے یہ ہے کہ شہید حقیقت میں جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہے اور بعض کا خیال یہ ہے کہ شہید کی روح زندہ رہتی ہے لیکن پہلا ہی قول راجح اور مشہور ہے۔ اور صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رقم طراز ہیں: **ان الله تعالیٰ یعطی لا رواحهم قوة الاجساد فیذهبون من الارض والسماء والجنة حیث یشائون وینصرون اولیاء هم ویدمرون اعداء هم ان شاء الله تعالیٰ.** اللہ تعالیٰ شہید کی روحوں کو جسم کی قوت عطا کرتا ہے، پھر وہ آسمان وزمین اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔

امام مالکؒ نے مؤطا میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن جبیر (دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے۔) سیلاب کیوجہ سے جب کھل گئی تو ان کے اجسام طاہرہ یوں تروتازہ اور شگفتہ وشاداب تھے جیسے انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہو! قرآن وحدیث میں جگہ جگہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ شہید مرتا نہیں بلکہ زندہ رہتا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

سورہ آل عمران میں فرمایا گیا: **وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ أَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرزَقُوْنَ. فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ.** (آل عمران) ”جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں، ان کو رب کے پاس روزی دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں“۔

محبت کی علامت بھی یہی ہے کہ مسلمان پر کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ آئے وہ ہمیشہ صبر کا دامن تھامے رہتا ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے: ” **اَلَّذِیْنَ اِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِیبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.** (البقرہ) انہیں جب کوئی

مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں، ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں“۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شہید مرتا نہیں بلکہ زندہ رہتا ہے، البتہ ہم سے جدا ہو جاتا ہے وارثین کو اس پر صبر سے کام لینا چاہئے اور شہید ہونے والے کیلئے دعائیں کرنی چاہئے اور اس کے سچے مشن کو آگے بڑھانا چاہئے اور اسی مشن اور اہم کام کیلئے اپنی عزیز جانیں بھی قربان کر دینی چاہئے۔ حضرت حسینؓ نے جو اپنی عزیز جان قربان کر دی وہ حکومت وسرداری کیلئے نہیں بلکہ حق کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اور باطل اور ظالم وجابر حکومت سے لڑ کر رہتی دنیا تک کے لوگوں کو یہ درس دیدیا کہ حق کیلئے اپنی عزیز جان تو قربان کر دیتا لیکن خدا اور رسول سے بیزار اور ظالم ونافرمان حکومت کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے اسلام پر دھبہ اور مذہب اسلام پر آنچ مت آنے دینا، اگر حضرت حسینؓ چاہتے تو اپنے خاندان کے لوگوں کو لے کر گھر بیٹھے رہتے لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ خود بھی اور خاندان کے بہت سارے لوگوں کو جام شہادت نوش کرا کر حیات ابدی حاصل کر لی، مسلمانوں کو رونے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے مشن کو دیکھیں اور اس کو آگے بڑھانے کی فکر کریں۔

میت پر نوحہ اور ماتم کرنا حرام ہے

میت پر نوحہ اور ماتم کرنا شرعاً ناجائز بلکہ حرام ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة۔** (بخاری) جس نے منہ پیٹا، گریبان پھاڑ لیا اور جاہلیت کی باتیں بیان کیں وہ ہم میں سے نہیں“۔ سنن ابن ماجہ میں آپ ﷺ نے فرمایا: **النیاحة من أمر الجاهلیة.** (ابن ماجه) میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کا عمل ہے۔“

اسلامی تاریخ میں بہت سی اہم شخصیتوں کا قتل ہوا مگر کسی کا اس طرح نوحہ نہیں کیا جاتا جس طرح حضرت حسینؓ کا نوحہ کیا جاتا ہے۔ جنگ احد میں ستر جلیل القدر صحابہ کرامؓ قتل کردیئے گئے، اسی جنگ میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا حضور ﷺ نے انہیں ”سَیِّدُ الشُّھَدَاء“ کا لقب دیا۔ (الجامع الصحیح)

قتل کے بعد ہند بنت عتبہ نے آپؓ کی لاش کا مثلہ کیا، سینہ چاک کر کے کلیجہ نکال کر چبانے کی کوشش کی۔ حضور ﷺ کو اپنے چچا کے قتل کا شدید صدمہ تھا، اس واقعہ کے چھ سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر جب ان کا قاتل وحشی مسلمان ہوا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا میرے سامنے نہ آیا کرو کیونکہ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے شہید چچا کی یاد آتی ہے۔ وحشی رویا کرتے تھے حضور کے سامنے نہیں بیٹھ سکتا۔

بہر حال حضور ﷺ نے صحابہؓ کی شہادت پر نہ ماتم کیا اور نہ سوگ منایا اور نہ محفلیں قائم کیں حادثہ رجیع میں بارہ صحابہؓ اور حادثہ بیر معونہ میں ستر صحابہؓ کو دھوکے سے قتل کیا گیا جو اسلام کے بہترین داعی اور مبلغ تھے، اس واقعے کا حضور ﷺ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ حضور ﷺ نے مسلسل ایک مہینے تک قنوت نازلہ کا اہتمام کیا جس میں قاتلوں کے لئے بد دعا کرتے رہے، مگر نبی کریم ﷺ نے کسی کا نہ سوگ منایا اور نہ اس کے لئے نوحہ اور ماتم کی محفلیں منعقد کیں، بلکہ جن لوگوں نے نوحہ کیا ان کی نکیر فرمائی۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی کئی صحابہ کرامؓ قتل کردیئے گئے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کا قتل نماز کی حالت میں ہوا اور عثمان ذوالنورین کا قتل اس بے دردی سے ہوا کہ مخالفین نے بائیس دنوں تک نبی کریم ﷺ کو گھر میں محصور رکھا، کھانے پینے کی ہر چیز پر روک لگائی، بائیس دنوں کے بعد صدر دروازے کو آگ لگا کر اندر گھس آئے اور حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا اس وقت آپؓ قرآن مجید کی تلاوت میں

مصروف تھے۔ خود حضرت حسینؓ کے والد حضرت علیؓ کو بھی دشمنوں نے قتل کیا، اس کے علاوہ کئی ایک اجلۂ صحابہ کو قتل کیا گیا، اس وقت موجود صحابہ کرامؓ نے کبھی ان شہیدوں کا ماتم نہیں کیا اور نہ مسلمانوں میں سے کسی نے نوحہ خوانی اور ماتم کیا۔

غزوۂ موتہ سنہ ۸ ھ میں پیش آیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدی کو دعوت اسلام کا پیغام دے کر حاکم بصریٰ شرحبیل کے پاس بھیجا اس نے حضرت حارثؓ کو قتل کرادیا جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو تین ہزار کا لشکر تیار کیا اور حضرت زید بن حارثہ کو اس کا امیر بنایا اور یہ فرمایا کہ جب یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے جب یہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہونگے، اور وصیت فرمادی کہ جہاں حارثؓ کو شہید کیا گیا ہے وہاں جا کر دعوت اسلام پیش کروا گر نہ قبول کریں تو اللہ کے لئے ان سے جہاد کرو، رفقاء کی خبر گیری کرو تقویٰ کا خیال کرو۔ غدر و خیانت مت کرو، جب شرحبیل کو اسلامی لشکر کی خبر ملی تو ایک لاکھ کا لشکر تیار کرلیا اور قیصر روم نے ایک لاکھ کا لشکر بھیج دیا۔ مقام معان میں مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ دشمن کی فوج دو لاکھ ہے تین ہزار کیا کریں گے۔ تو عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ دشمن کی کثرت اسلامی قوت کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے۔ آگے بڑھو غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت، مسلمانوں نے کہا یہ بات صحیح ہے اور وقت کی سب سے بڑی طاقت سے ٹکرا گئے۔ زید بن حارثہ پرچم اسلام لے کر آگے بڑھے اور وہ شہید ہوگئے پھر حضرت جعفر پرچم اسلام لے کر آگے بڑھے اور وہ شہید ہوگئے، ان کے جسم پر نوے سے زائد زخم تھے ان کا ایک بازو کٹ گیا دوسرے بازوں میں پرچم اسلام لیا وہ کٹ گیا تو سینے سے چمٹا لیا، حضور ﷺ نے بشارت دی کہ اللہ نے ان کو دو بازو دیئے جس سے وہ جہاں چاہتے ہیں جنت میں اڑ کر جاتے ہیں۔ اسی لئے ان کو جعفر طیار کہتے

ہیں ۔ پھر عبداللہ بن رواحہ آگے بڑھے وہ بھی شہید ہوگئے پھر خالد بن ولیدؓ کو مسلمانوں نے اپنا امیر منتخب کرلیا اور اللہ نے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح عطا کی اس دن حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹ گئیں ۔ جب حضرت جعفر کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہونچی تو ان کے گھر کے لوگ رونے لگے حضور ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا کسی کی شہادت اور وفات پر اسلام نے رونے سے منع نہیں کیا لیکن نوحہ کرنا زمانۂ جاہلیت کی طرح گریبان چاک کرنے سینہ پیٹنے سے منع کیا ہے چنانچہ تین روز کے بعد آپ علیہ السلام حضرت جعفرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور منع کردیا کہ اب مت روؤ وغزوہ احد میں جب یکبارگی دشمنوں نے حملہ کیا اور نبی کریم ﷺ دشمنوں کے بیچ میں پھنس گئے تو یہ آواز لگائی ،کون محمد پر جان دیتا ہے؟ اس آواز کا سننا تھا کہ سات انصاری صحابہؓ نکل آئے اور ہر ایک نے لڑ کر اپنی جانیں قربان کردیں اسی غزوہ میں ایک انصاری خاتون کے باپ بھائی شوہر تین پیاری جانیں تصدیق ہوگئیں اور باری باری ہر کی شہادت کی خبر ان کے کانوں میں آتی رہی ۔ وہ ہر بار یہی پوچھتیں کہ میرے حبیب ﷺ کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا بخیر ہیں پاس آکر چہرہ انور دیکھا تو پکار اٹھیں یا رسول اللہ ﷺ آپ کے ہوتے ہوئے ساری مصیبتیں ہیچ ہیں ۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیںؐ تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں یہ

میرے عزیزو، صحابہ جیسا نمونہ اپنائیں موت وزیست تو لگی ہی رہتی ہے، کون دنیا میں ہمیشہ رہنے کیلئے آیا ہے مرنے پر غم ہوتا، پیدا ہونے پر خوشی ہوتی ہے، لیکن یہ ہر انسان کے ساتھ مقدر کئے گئے ہیں ۔ اللہ ہم کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین! وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

جنت کا عکس قرآن کے آئینے میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوسِ نظر میں
جنت تیری پنہاں ہے، ترے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ

محترم حاضرین بزرگو اور بھائیو! ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی چھوٹا سا بھی کام کرتا ہے تو اس کے پیش نظر کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی بڑی کائنات اور اتنی بڑی دنیا بنائی ہے اور کتنے انسانوں کو پیدا کرچکا اور کتنوں کو پیدا کرے گا، بجز

خدائے علیم وخبیر کے دوسرا کوئی نہیں جانتا ہے۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیوں کیا؟ ستائیسویں پارے میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ“ میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا، اللہ کی عبادت کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بعثت انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری کیا کہ میرے بندوں کو میری عبادت کے ڈھنگ اور طریقہ سے آشنا کرائیں تاکہ میرے حکموں پر چلیں، انہیں بشارت وخوشخبری سناؤ کہ مرنے کے بعد تمہارے لئے اچھا ٹھکانہ ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے جہاں نہ موت آئے گی نہ کسی طرح کا غم اور فکر ہوگا اور اس کا نام جنت ہے جو متقیوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ ایک فارسی شاعر کہتا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد
کسے را باکسے کارے نہ باشد

جنت تو وہ ابدی نعمت ہے جہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی راحت ہی راحت ہوگی جو بندے میرا انکار کریں اور میرے حکموں سے روگردانی اختیار کریں ان کے لئے مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب ہونگے قسمہا قسم کے موذی جانور ہونگے، اس کا نام جہنم ہے جو تیار کی گئی ہے کافروں اور منکروں کیلئے۔

جنت کا طول وعرض

جنت اور اہل جنت کے متعلق ارشاد ربانی ہے: ”سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ . وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی طرح تیار کی گئی ہے، ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے

رسولوں پر، یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے اس کو دے اور اللہ بڑے فضل والے ہیں، جنت کی صرف چوڑائی بیان کی گئی ہے اگر آسمان وزمین کو ملا کر رکھا جائے تو اس کے برابر جنت کی چوڑائی ہوگی، طول کتنا ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ آگے فرمایا ایمان وعمل صالح بیشک حصول جنت کے اسباب ہیں مگر ملے گی اللہ کے فضل ہی سے، اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو سزا سے چھوٹنا ہی مشکل ہے، جنت ملنا تو دور کی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں دنیا اور اس کے سامان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقٰى (النساء)

”اے پیغمبر ﷺ! آپ لوگوں کو بتلا دیجئے دنیا کا سرمایہ تو بہت ہی قلیل ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگاروں کیلئے۔“

نیکوں اور بدوں کا انجام

إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازاً. حَدَائِقَ وَأَعْنَاباً. وَكَوَاعِبَ أَتْرَاباً. وَكَأْساً دِهَاقاً. لَّا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْواً وَلَا كِذَّاباً. جَزَاءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَاباً. رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَاباً . بے شک ڈرنے والوں کیلئے کامیابی ہے۔ عام باغات اور انگور کے باغات ہیں اور ہم عمر دوشیزائیں ہونگی اور لبالب جام شراب ہونگے اس میں نہ تو کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹی بات سنیں گے، تمہارے رب کی طرف سے کافی بدلا دیا جائے گا۔ جو آسمان وزمین اور اسکے درمیان تمام چیزوں کا رب ہے بہت زیادہ مہربان ہے۔ اس سے بات کرنے کی لوگوں کو قدرت نہیں ہوگی۔

سورۂ حدید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ. وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ. (الحدید)

اور آخرت میں (مجرموں اور باغیوں کے لئے) سخت ترین عذاب ہے اور جو (بندے رضا اور مغفرت کے لائق ہیں) ان کے لئے اللہ کی طرف سے بخشش اور رضا ہے اور یہ دنیوی زندگانی تو بس دھوکے کا سرمایہ ہے"۔

دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا دوام

قرآن کریم میں اور احادیث نبویہ میں جا بجا دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی ہیشگی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا الدنیا میتة وطالبها کلاب" دنیا مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں، ارشاد فرمایا:"شبر من الجنة خیر من الدنیا وما فیها" جنت کی ایک بالشت جگہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔ دنیا چاہے کتنی ہی حسین وجمیل لگتی ہو اور اس میں کتنی ہی چمک دمک کیوں نہ ہو لیکن ایک نہ ایک دن اس کو فنا ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْئٌ عَظِيمٌ. اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا بھونچال ایک بہت بھاری چیز ہے۔ اس لئے دنیا میں رہ کر آخرت کو سنوارنے اور بنانے کی فکر کرنی چاہئے۔ اچھے اور نیک اعمال کرنے چاہئے ایسے لوگوں کیلئے بشارتیں ہیں۔

اہل جنت باغ و بہار میں

سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا: وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ. كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا. قَالُوا هٰذَا الَّذِي

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ. وَاُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا. (البقرہ) جو ایمان لائے اور (جنہوں نے) اچھے کام کئے ان کو یہ خوش خبری سنا دو کہ ان کے لئے وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں ہوں گی ان کو جب ان باغوں میں سے کچھ پھل دیئے جائیں گے تو کہیں گے یہ تو وہی ہیں جو اس سے پہلے ہم کو دیئے گئے تھے اور وہ ایک دوسرے کے مشابہ دیئے جائیں گے۔"

جنت میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل جنت کیلئے ایسی ایسی نعمتیں پیدا کر رکھی ہیں جن کے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ نہ تو کسی انسان نے دیکھا نہ سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گذرا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيمٍ. عَلَى الْاَرَائِكِ يَنْظُرُونَ. تَعْرِفُ فِيْ وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ. يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ. خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ. وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ. عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ. (سورہ التطفیف)

نیک لوگ آسائش میں ہونگے مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہونگے۔ تم ان کے چہروں میں آسائش کی بشاشت دیکھو گے ان کو پلائی جائیں گی خالص شراب جو مہر لگی ہوئی ہوگی۔ جس کی مہر مشک کی ہوگی۔ اس شراب کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہئے اور اس شراب میں سونٹھ کی بھی آمیزش ہوگی جس سے مقرب بندے پیئے گے۔

ہائے رے میرااال

سورۃ مارج آیت نمبر 18 سے 37 تک اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

"اس وقت تمام چھپی بات ظاہر کردی جائیں گی اور تمہاری کوئی بھی مخفی بات (باقی) نہ رہے گی پھر جس شخص کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا لیجئے میرا اعمال نامہ پڑھئے۔ میرا (دنیا میں بھی) یہ خیال ہوتا تھا کہ میں

(آخر کار) اپنے حساب وکتاب سے ملنے والا ہوں۔ بس وہ خوشی کی زندگی بسر کریگا۔ ایک ایسی عالیشان جنت میں جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔ (انہیں حکم ہوگا) کھاؤ اور پیو خوشی خوشی، یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نے ایام گزشتہ میں آگے بھیجا تھا۔ اور جس شخص کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا، کاش مجھے یہ اعمال نامہ نہ دیا جاتا اور مجھے خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا اور کیسے ہوا؟ کاش وہی موت (مجھے دوبارہ) ختم کر جاتی۔ ہائے میرا مال بھی اب میرے کسی کام نہ آیا اور میری حکومت بھی برباد ہوگئی۔ فرشتوں کو حکم ملے گا۔ اسے پکڑ واور اس کے گلے میں طوق ڈالو۔ پھر اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو۔ اسے زنجیر میں جکڑ دو جس کا طول ستر گز ہے۔ (کیوں کہ) یہ اس اللہ پر ایمان نہیں لایا تھا جو سب سے بڑا ہے اور نہ ہی مسکینوں کو کھلانے کی ترغیب دلاتا تھا۔ آج یہاں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (جو اس کے ساتھ تسلی کی بات کرے) اور اس کے لئے زخموں کی پیپ کے سوا کوئی کھانا نہیں ہے جسے گنہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا''۔

باقی رہنے والے اعمال

مال اور بیٹے جن پر آدمی فخر کرتا اور اتراتا ہے لیکن آخرت میں کوئی بھی ان میں سے کام نہیں آئے گا۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَاباً وَّخَیْرٌ اَمَلاً. مال اور اولاد صرف دنیا کی زندگی میں رونق ہیں آخرت میں کوئی کام نہیں دیں گے۔ اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بہتر بدلہ ہے تیرے رب کے یہاں اور بہتر ہے امید۔

رہنے والی نیکیاں یہ ہیں کہ علم سکھایا جائے جو جاری رہے، کنواں کھدوایا جائے آج کل کنوئیں کا رواج نہیں تو نل لگوایا جائے بور لگوا دیا جائے۔ حدیث شریف

میں ہے۔ اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة الاّ من صدقة جاریه او علم ینتفع به اور ولد صالح یدعوله . جب آدمی دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہوجاتا ہے مگر تین کام آدمی کر جائے تو اس کے عمل کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ جاری رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ ہو یا ایسا علم ہو جس سے نفع اٹھایا جائے، یا نیک اولاد ہو جو اسکے لئے دعا کرے۔

جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کو تمہارے دل چاہیں۔ اور جس کے نظاروں سے تمہاری آنکھوں کو لذت وسرور حاصل ہو اور تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے''۔ (زخرف)

مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَی الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ. فَبِأَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ. فِیْهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ. فَبِأَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ. کَأَنَّهُنَّ الْیَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ. فَبِأَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ.

اہل جنت پھولوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جن بستروں کا استر دبیز ریشم کا ہوگا اور باغوں کا میوہ جھک رہا ہوگا۔ پھر اپنے رب کی کیا کیا نعمتیں جھٹلاؤ گے ان میں نیچی نگاہوں والی عورتیں ہیں جن سے قربت نہیں کی ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جنات نے۔ پھر اپنے رب کی کیا کیا نعمتیں جھٹلاؤ گے؟

اور دنیا کی زندگانی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بس (چند دن کا) کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر ہی بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، افسوس تم پر! کیا تم اس بات کو سمجھتے نہیں۔ (الانعام)

عقلمند اور ہوشیار وہی ہے جو دیرپا اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی اور اس کے منافع کی طرف توجہ دے دنیا کی زندگی تو جیسے تیسے گزر ہی جائے گی اگر یہاں رہ کر

اچھے اور نیک اعمال کر لئے جائیں اور یہاں کی مشقتیں جھیل لی جائیں تو آخرت میں جب اللہ تعالیٰ جنت اور اسکی لذیذ نعمتوں سے سرفراز فرمائیں گے تو دنیا کی ساری پریشانیاں ہیچ ہوجائیں اور شہید تو تمنا کرے گا کہ اس کو دنیا میں بھیج دیا جائے اور پھر کافروں سے لڑے اور شہید ہوجائے لیکن جنت اور اہل جنت، جہنم اور اہل جہنم کا فیصلہ کردیا جائیگا تو پھر سب وہاں سدا رہیں گے کوئی نہیں نکالا جائیگا۔ اللہ ہم سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

قیامت کی ہولناکی

قرآن کریم میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا منظر پیش کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا. وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا. وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا. يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا. بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا. جب زمین کو ہلا کر رکھ دیا جائیگا اور زمین اپنے خزانوں کو نکال باہر کردے گی اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی اس وجہ سے کہ آپ کے رب نے اس کو اس کا حکم دیا ہے ارشاد ربانی ہے۔ ''یہ دنیوی زندگانی (اور یہاں کا ساز و سامان) تو بس چند دنوں کے استعمال کیلئے ہے اور آخرت ہی اصل رہنے کی جگہ ہے۔'' (المؤمن)

دنیا مومن اور کافر کی نظر میں

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت ہے یعنی جس طرح آدمی قید خانہ میں کھاتا پیتا جلتا پھرتا سوتا جاگتا ہے۔ لیکن اس کو ہمیشہ گھر کی فکر لگی رہتی ہے اس کے لئے کوششیں کرتا ہے اسی طرح یہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور جیل ہے کہ آدمی دنیا میں ہے

لوازمات زندگی تو اسے اختیاری کرنے پڑیں گے۔ مگر اس کو ہمیشہ فکر آخرت رہنی چاہئے اور وہاں کیلئے اچھے اچھے اعمال کرنے چاہئے۔

قیامت کا منظر

''جب وہ ہنگامۂ عظیم برپا ہوجائے گا تو اس دن انسان نے جو کچھ کمایا ہوگا اسے یاد کرے گا، اور دوزخ کو ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر کردیا جائے گا تو جس نے سرکشی کی ہوگی اور حساب دینے سے ڈرتا ہوگا اور نفس کو خواہشات سے روکے رکھا ہوگا تو بے شک اسکا ٹھکانا جنت میں ہوگا۔ ایک مومن شخص کو جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ آرزو کرے گا۔'' (سورۃ النازعات)

ایک لطیفہ یاد آگیا خطیب عصر حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک مرتبہ یہ بیان کیا کہ جنت میں آدمی جس چیز کی آرزو کرے گا اس کو ملے گی تو ایک بڑے میاں نے کہا شاہ جی میری عادت حقہ پینے کی ہے کیا مجھے جنت میں حقہ ملے گا؟ تو شاہ جی نے جواب دیا کہ ضرور ملے گا مگر آگ لینے کیلئے جہنم میں جانا پڑے گا۔

دنیا فانی ہے

دنیا میں کوئی ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں آیا، آنکھوں سے نظر آنیوالی ہستیوں میں سب سے معزز و مکرم ہستی انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ لیکن وہ اس فانی دنیا سے چلے گئے۔ کیسے کیسے بادشاہ جن کے اشاروں پر حکومتیں چلا کرتی تھیں، فوجوں کا رخ ایک طرف سے دوسری طرف پھر جاتا تھا۔ بڑے بڑے مالدار آئے جن کے خزانوں کی چابیاں اتنی زیادہ ہوا کرتی تھیں جو ایک بھاری جماعت کو تھکا دے۔ لیکن ایک ایک کر کے سب چلے گئے کچھ تو اپنی آخرت سنوار کر گئے اور کچھ کھیل کود کر چلے گئے۔

ارشاد ربانی ہے۔ ''اور یہ دنیا کی زندگی تو نرا کھیل تماشا ہے اور بے شک جو پچھلا گھر ہے حقیقت میں وہی زندگی ہے۔ کاش وہ اس بات کو جانتے۔'' (سورہ عنکبوت)

دوستو! اگر کھیل کود کر گنوائیں گے تو بعد میں کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ نہ ہوگا اور امت محمدیہ کی عمریں ہی کتنی ہوا کرتی ہیں پہلی امتوں کی عمریں بہت ہوا کرتی تھیں اور ہماری عمر تو ساٹھ ستر سال ہی ہے، تو کیوں نہ اس قلیل سی مدت میں اپنی حیات جاودانی کی فکر کریں اور بجائے دنیا کی نعمتوں میں حد سے زیادہ لگنے اور آخرت سے غافل ہونے کے اخروی زندگی کو فوقیت اور ترجیح دیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔'' (اعلیٰ)

یہ عقلمندی نہیں ہے کہ ہم وفانی دنیا کے پیچھے پڑ کر دوامی وجاودانی زندگی کو فراموش کر جائیں دنیا جتنی ملنی ہے اتنی مل کر ہی رہے گی۔ اس میں کچھ بھی کمی نہیں ہوسکتی ایک بہت بڑا مالدار۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پاس اشرفیوں کی تھیلی لے کر آیا اور کہا حضرت قبول فرمالیجئے حضرت نے انکار کیا تو اس نے کہا کہ لیجئے اپنے مبارک ہاتھوں سے تقسیم کردیجئے حضرت نے فرمایا آپ لیکر آئے ہیں آپ ہی تقسیم کردیجئے وہ شخص اٹھ کر چلا گیا اور وہ ساری اشرفیاں حضرت کے جوتوں میں ڈال دیں حضرت باہر تشریف لائے اور فرمایا دیکھو جو دنیا سے بھاگتا ہے، دنیا اس کی جوتیوں میں آجاتی ہے، اور جو دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے تو دنیا اس سے بھاگتی ہے۔

روزی مقدر سے ملتی ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کی نیت اور اس کا مقصد اصلی اپنی سعی وعمل سے آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ غنا (قلبی اطمینان

اور مخلوق کی نامحتاجی کی کیفیت) اس کے دل کو نصیب فرمادیں گے اور اسکی پراگندہ حالی کو درست فرمادیں گے اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہوکر آئے گی۔ اور جس شخص کی نیت اور عمل کا مقصد دنیا طلب کرنا ہے اللہ تعالیٰ محتاجی کے آثار اس کی پیشانی اور اس کے چہرے پر پیدا کردیں گے اور اس کے حال کو پراگندہ کردیں گے (جس کی وجہ سے اس کو خاطر جمعی کی راحت کبھی نصیب نہ ہوگی) اور (ساری تگ ودو کے بعد بھی) یہ دنیا اس کو بس اسی قدر ملے گی جو اس کے واسطے پہلے سے مقرر ہوچکی ہوگی''۔ (ترمذی)

کس کو کتنی دنیا ملے گی یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں ہر ایک کا رزق لوح محفوظ میں لکھا جاچکا ہے، ایک شخص انتہائی عقلمند اور زیرک ہے لیکن روزی کیلئے مارا مارا پھر رہا ہے اور چند کوڑیوں کا محتاج ہے مگر ایک باولا شخص ہے اس کے پاس روزی کے انبار ہیں دولت کی ریل پیل ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کتنی اچھی بات کہی ہے۔ ؎

اگر روزی بدانش درفزودے
زناداں تنگ روزی ترنہ بودے

اگر روزی عقل کی وجہ سے بڑھتی تو بیوقوف سے زیادہ پریشان حال کوئی نہ ہوتا۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے۔ تو شام کو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح کو شام کا انتظار نہ کر۔ تندرستی کی حالت میں (اللہ کی اطاعت اور نیکی کا اتنا ذخیرہ) جمع کرلے جس سے بیماری کے زمانے میں کوتاہیوں کی تلافی ہوسکے۔ اور اپنی زندگی میں نیکی کا اتنا سرمایہ فراہم کرلے جو مرنے کے بعد تیرے کام آئے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تندرستی کو غنیمت جانو بیماری سے پہلے، جوانی کو غنیمت جانو بڑھاپے سے پہلے، اللہ تعالیٰ کو جوانی کی عبادت بہت زیادہ پسند ہے۔ اس لئے کہ جوانی میں قویٰ بہت مضبوط ہوتے ہیں ہر طرح کی اچھی بری خواہشات،

انگڑائیاں لیتی ہیں، اگرایسی حالت میں آدمی اللہ کی اطاعت میں لگ جائے تو اللہ کو وہ بندہ بہت پسند ہے۔ایک فارسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبر یست
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

جوانی میں توبہ کرکہ پیغمبروں کا طریقہ ہے بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار ہوجاتا ہے۔امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''دنیا پیٹھ پھیر کر کوچ کررہی ہے،اور قیامت پابہ رکاب ہوکر سامنے آرہی ہے۔ان میں سے ہرایک کی اولاد ہے۔تم آخرت کے بیٹے بنو۔دنیا کے فرزند نہ بنو کیوں کہ آج (دنیا میں) کام کرنے کی مہلت ہے اور کسی کا محاسبہ نہیں،کل قیامت کے دن ہرشخص سے حساب لیا جائے گا اور کام کرنے کی مہلت نہ ہوگی۔'' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جوشخص دنیا کو اپنا محبوب ومطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرورنقصان کرے گا اور جو آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کو ضرورنقصان کرے گا۔پس لوگو! فنا ہوجانے والی دنیا کے مقابلہ،باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو''۔(مشکوٰۃ)

ستارے ذریعۂ امن وسلامتی

عن ابی بردة عن ابيه رفع يعنی النبی صلی الله عليه وسلم راسه الی السماء وكان كثيرا مما يرفع راسه الی السماء فقال النجوم امنة للسماء فاذا ذهبت النجوم الی السماء ما توعدو انا امنة لاصحابی. فاذا ذهبت انا اتی اصحابی مايوعدون واصحابی امنة لامتی.فاذا ذهب اصحابی اتی امتی مايوعدون.

حضرت ابوبردہ اپنے والد محترم حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنا سرمبارک آسمان کی طرف اٹھایا آپ ﷺ وحی کی انتظار میں برابر آسمان کی طرف سراٹھایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا ستارے آسمان کیلئے ذریعہ امن وسلامتی ہیں۔جب ستارے ٹوٹ جائیں گے تو آسمان سے ان حوادث وفتن کا نزول ہوگا جن کا وعدہ کیا جاتا ہے۔اور میں ذریعۂ امن وسلامتی ہوں اپنے صحابہ کیلئے،جب میں نہ رہوں گا تو میرے صحابہ پر ان حوادث وفتن کا پے درپے نزول ہوگا جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔اور میرے صحابہ ذریعۂ امن وسلامتی ہیں، میری امت کے لئے جب میرے صحابہ دنیا میں نہیں رہیں گے تو میری امت پر ان حوادث وفتن اورلڑائیوں کے دروازے کھل جائیں جن کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

حدیث کے پہلے ٹکڑے اس میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ستارے آسمان کیلئے ذریعۂ امن وسلامتی ہیں جب ستارے نہیں رہیں تو قیامت آجائے گی۔اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ. وَاِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتۡ. وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ. وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ. جب سورج بےنور ہوجائے گا اور ستارے ٹوٹ پھوٹ کر جھڑنے لگیں گے اور جب پہاڑ چل پڑیں گے اور دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بیکار پھریں گی،اور جب جنگلی جانوروں کو اکٹھا کردیا جائے گا اور جب دریا بھڑکا دیئے جائیں گے اور نفسوں کو جوڑ دیا جائے گا اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کے بدلہ اسے قتل کیا گیا۔ان آیات میں قیامت کے مناظر کو پیش کئے گئے ہیں۔ہم کو چاہئے کہ وقت آنے سے پہلے تیاری رکھیں تاکہ یوم آخرت میں پشیمان نہ ہو۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے،آمین!

وَآخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

یہود ونصاریٰ مسلمان کے دوست نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

فسادِ قلب ونظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک وخیالِ بلند وذوقِ لطیف

بزرگان محترم اورمیرے دینی بھائیو!

میں نے سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیتیں تلاوت کی ہیں۔ اختصار کے ساتھ اس کا شان نزول بیان کردیتا ہوں ۔ نجران کے ساٹھ نصاریٰ حضور علیہ السلام کی

خدمت میں آئے جن میں تین بڑی ہی اہمیت کے حامل تھے عبدالمسیح عاقب بحیثیت امارت وسیات کے اورایھم السید بحیثیت رائے وتدبر کےاور حارثہ بن علقمہ بحیثیت بڑا مذہبی عالم اورلاٹ پادری کے یہ اصلاً عرب کے مشہور قبیلے بنی بکر بن وائل سے تھے جو پکا نصرانی بن گیا تھا سلاطین روم نے اس کی مذہبی صلابت وجلادت اور مجد وشرف کیوجہ سے بڑی تعظیم وتکریم کی اورعلاوہ بیش بہا مال ودولت کے اس کے لئے ایک عالیشان گرجا تعمیر کرادیا۔ خیر یہ پوراوفد بڑی شان کے ساتھ آپ ﷺ کے دربار میں پہونچا اس موقع پر سورہ آل عمران کی اسی نوے آیتیں اسی تعلق سے نازل ہوئی متنازع فیہ مسئلہ میں بحث ومباحثہ ہوا ان کا کہنا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں یا خدا ہی ہیں یا خدا تین ہیں اور یہ تین میں سے ایک ہیں تو پہلی آیت میں اس کی تردید کردی گئی کہ اللہ ہی معبود ہے۔ وہ زندہ ہے اور تھامنے والا ہے اس کو کبھی موت اور فنا نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: "ان عیسیٰ یاتی علیه الفناء "، عیسیٰ علیہ السلام پر فنا اور موت طاری ہوگی، تو جو خود اپنے وجود کو برقرار نہ رکھ سکے وہ دوسروں کے وجود کو کیا برقرار رکھ سکتا ہے۔

عیسیٰؑ خدا کے بیٹے نہیں

اورنزل الخ میں بتلایا گیا کہ قرآن کریم سابقہ کتب سماویہ کی تصدیق کرتی ہے اورکسی کتاب میں بھی الوہیت یا ابنیت کونہیں بیان کیا گیا ہے۔ نصاریٰ نجران نے جتنے بھی اعتراضات کئے حضور ﷺ نے سب کو ھباءً منثوراً کردیا اور سوال یہ کیا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تو اللہ تعالیٰ باپ ہیں تو اس کی تردید اس آیت هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. میں کردی گئی یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے رحم مادر میں تمہاری شکل وصورت بنادیتا

ہے ، آگے فرمادیا وہ زبردست اور حکمت والا ہے یعنی بغیر باپ کے بھی پیدا کرسکتا ہے۔جس طرح آدم علیہ السلام کو بے ماں اور باپ کے پیدا کیا اسی لئے عیسائیوں کے ابنیت کی قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ“ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حالت حضرت آدم علیہ السلام کے مثل ہے آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا اور اسی طرح حضرت حواء کو بغیر ماں کے پیدا کیا تو اگر اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کردیا تو کون سی تعجب کی بات ہے؟ جب وفد مکمل طور پر شکست کھا گیا تو کہنے لگا کہ تمہارے قرآن ہی میں ہے روح اللہ اسی طرح کَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ آیا ہے تو ہمارے مدعا اور مقصد کے لئے کہ عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اتنا ہی کافی ہے تو اس کا جواب ایک اصول اور ضابطہ کی روشنی میں دیا گیا۔ ”هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ آیٰتٌ مُحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ“

کہ جتنی کتابیں اللہ نے نازل کی ہیں ان کی آیتیں دوطرح کی ہیں ایک وہ جن کے معانی میں کوئی خط اور پوشیدگی نہیں ان کو محکمات کہتے ہیں اور یہی اصول دین اور اس کی جڑیں ہیں دوسرے متشابہات ہیں جن کے معانی میں التباس ہے ، یہ اصول دین نہیں اسلئے اگر ان آیتوں سے ایسے معانی مفہوم ہوتے ہیں جو آیت صریح کے معانی ومفہوم کے خلاف ہوں تو ان کو نہیں لیا جائے گا۔

عیسیؑ کے معبود ہونے کی نفی

دوسری آیتوں میں صراحت کردی گئی ہے ”قول الحق الذی فیه یمترون ما کان لله ان یتخذمن ولد سبحنه. اسی طرح ان هو الا عبد انعمنا علیه “ ایک جگہ ”اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ آدَمَ یہ آیتیں

صراحت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود اور ابن ہونے کی نفی کررہی ہیں۔اس لئے آیات متشابہات کے معنی کو ہرگز ہرگز نہیں لیا جائے گا کہ جس کے معنی میں التباس واشتباہ بھی ہے لیکن افسوس ہے کہ آج عیسائیوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لئے مذہب اسلام پر کیچڑ اچھالنا شروع کردیا ہے۔ چنانچہ عیسائی دنیا کے رہبر موجودہ پوپ بنی کٹ ہشدھم گذشتہ دوسال قبل جرمن یونیورسٹی میں لیکچر کے دوران اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں جو ہرزہ سرائی کی تھی اور تاریخ حقائق کو مسخ کرتے ہوئے نازیبا کلمات کہے تھے اس کے جواب میں پوری دنیا اور بالخصوص اسلامی ممالک میں شدید ردعمل ہوا تھا حتی کہ غیر مسلم اسکالرس نے بھی پوپ کے اس بیان کی مخالفت کی ، اسی پس منظر میں اسرائیلی اسکالر(Uri Avenry) اری ایونری نے یہ چشم کشا مضمون تحریر کیا جو مشرق ومغرب کے تمام حقیقت پسند ، غیر متعصب اہل علم کے لئے ایک ایسی گواہی ہے جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی یعنی تمام معروضی حقائق کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

عیسائی شہنشاہوں کی تاریخ ماضی

رومی شہنشاہوں کے زمانے میں عیسائیوں کو زندہ ہی شیروں کا نوالہ بننے کیلئے پھینک دیا جاتا تھا۔وقت گزرنے کے ساتھ شہنشاہوں اور سربراہان کلیسا کے درمیان تعلقات میں خاصی تبدیلیاں رونما ہوچکی ہیں۔قسطنطائن عظیم جو سترہ صدیوں قبل 306ء میں شہنشاہ بنا اس کے دور میں اس کے زیر اقتدار علاقوں میں جس میں فلسطین بھی شامل تھا عیسائی عقیدے کو خاصا فروغ حاصل ہوا۔صدیوں بعد کلیسا دو حصوں میں تقسیم ہوگیا ایک مشرقی (قدامت پسند) اور دوسرا مغربی (کیتھولک) مغربی حصے میں بشپ روم نے پوپ کا لقب اختیار کرنے کے بعد شہنشاہ سے مطالبہ کیا

کہ اس کی سیادت کو تسلیم کر لیا جائے ۔شہنشاہوں اور پوپ کے درمیان کشمکش نے یورپی تاریخ میں اقوام میں تفریق پیدا کرنے کے حوالے سے کلیدی کردار ادا کیا۔اس میں نشیب وفراز آتے گئے ۔

بعض دفعہ شہنشاہ نے پوپ کو برطرف کر دیا اور ایسے مواقع بھی آئے جب پوپ نے بادشاہ کو معطل یا عملداری سے خارج کر دیا،شہنشاہ ہنری چہارم تین دن پوپ کے محل کے سامنے ننگے برف پر اس وقت تک کھڑا رہا جب تک کہ پوپ اس کی بے دخلی کے احکام منسوخ نہ کر دیئے ۔

عیسائی پوپ کی غلط بیانی

جب شہنشاہ اور پوپ کے درمیان امن وامان کا دور دورہ رہا، آج بھی ہم ایسا ہی زمانہ دیکھ رہے ہیں جب سولہویں پوپ بنی کٹ اور موجودہ شہنشاہ جارج بش دوم کے مابین حیرت انگریز ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔پوپ کی اختتام ہفتہ کی تقریر نے (جو دنیا بھر میں اضطراب کا باعث بنی) تہذیبوں کے تصادم کے انتظار میں بش کی اسلامی فسطائیت کے خلاف صلیبی جنگ کے حوالے سے اچھا تاثر پیدا کیا۔

جرمن یونیورسٹی میں دیئے گئے اپنے لیکچر میں پوپ نے کہا کہ وہ آج عیسائی اور اسلام میں سب سے بڑا جو فرق محسوس کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ عیسائی مذہب عقل ومنطق پر مبنی ہے اور اسلام اس سے منحرف ہے ۔مسیحی افعال الٰہیہ میں منطق کی کارفرمائی دیکھتے ہیں، اس کے برعکس مسلمان اس سے انکار کرتے ہیں اور افعال الٰہیہ میں ایسے کسی استدلال کو نہیں مانتے ۔ اسلام میں منطق کے فقدان کا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے پوپ کا زور بیان اس پر ہے کہ محمد ﷺ نے بحیثیت پیغمبر اپنے پیروکاروں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنا مذہب بزور شمشیر پھیلائیں! پوپ کے مطابق یہ بات

نامعقول ہے کیونکہ عقیدہ روح سے پھوٹتا ہے نہ کہ جسم سے، پس تلوار روح پر کیسے اور کیونکر اثر انداز ہو سکتی ہے؟ اپنے موقف کی تائید میں پوپ نے سب کو چھوڑ کر ایک ایسے بازنطینی بادشاہ کا حوالہ دیا جس کا تعلق اس کے مخالف مشرقی چرچ سے تھا۔

چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں مینوئیل ثانی پالیولوگس نامی بادشاہ نے ایک بے نام ایرانی مسلمان عالم سے ہونے والے اپنے مباحثے جس کا وقوع پذیر ہونا بھی مشکوک ہے کا ذکر کیا جس میں اس نے اپنے مدمقابل کو وہ الفاظ بغیر کسی سند کے کہے تھے جن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بیان کردہ الفاظ یہ تھے ۔ مجھے دکھاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام میں کیا بات نئی ہے ۔اس میں سوائے برائی اور غیر انسانی باتوں کے تمہیں کیا ملے گا جیسا کہ اس نے حکم دیا کہ مذہب کو تلوار سے پھیلایا جائے ۔

پوپ نے جو باتیں کہیں وہ تین سوالات پیدا کرتی ہیں ۔

بادشاہ نے یہ سب کچھ کیوں کہا؟

کیا اس نے جو کہا وہ سچ ہے؟

موجودہ پوپ نے ان باتوں کا حوالہ کیوں دیا؟

جب مینوئیل ثانی اس مباحثے کو ضابطہ تحریر میں لایا اس وقت وہ ایک ایسی سلطنت کا حکمران تھا جو اپنے آخری دنوں پر تھی ۔ جب وہ 1391ء میں برسر اقتدار آیا تو اس عظیم الشان سلطنت کے صرف چند صوبے اس کے زیر تسلط تھے اور وہ ترک حملہ آوروں کے نشان پر تھے۔اس وقت عثمانی ترک یلغار کرتے ہوئے ڈینوب کے کنارے تک پہنچ چکے تھے، وہ بلغاریہ اور شمالی یونان تسخیر کر چکے تھے اور انہوں نے مشرقی سلطنت کو بچانے کے لئے بطور کمک بھیجی جانے والی افواج کو دوبارہ شکست سے دوچار کر دیا تھا۔

مینوئیل کی موت کے چند سال بعد 29 مئی 1453ء کو قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) ترکوں کے زیرنگیں آ گیا جس سے ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ قائم رہنے والی سلطنت روم تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئی۔ اپنے عہد حکومت میں مینوئیل نے پوپ کے صدر مقامات کے دورے کئے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس نے چرچ کو دوبارہ متحد کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ کوئی شک نہیں کہ یہ بھی ترکوں کے خلاف عیسائی ممالک کو برانگیختہ کرنے اور انہیں ایک نئی صلیبی جنگ شروع کرنے کی یقین دہانی کے سلسلے کی کڑی تھی اس کا مقصد عملی طور پر مذہب کو سیاسی مقصد برآوری کیلئے استعمال کرنا تھا۔

بنی کٹر نے بس سے سیاسی عزائم کی تکمیل کا سامان کیا

اس تناظر میں دیکھا جائے تو پوپ کے حالیہ لیکچر کا مقصد بھی موجودہ شہنشاہ جارج بش جونیئر کے انہی سیاسی عزائم کی تکمیل کا سامان فراہم کرنا ہے جو وہ دنیائے عیسائیت کو برائی کے محور کے نام پر مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے کیلئے بروئے کار لانا چاہتا ہے۔ مزید برآں ترک اس مرتبہ پرامن انداز میں ایک بار پھر یورپ کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ یہ بات سب کے علم میں ہے کہ پوپ ان قوتوں کا حامی ہے جو یورپی یونین میں ترکوں کے داخلے کی مزاحمت کرتی ہیں۔ کیا مینوئیل کے استدلال میں صداقت نام کی کوئی چیز ہے؟

پوپ نے اپنی لاعلمی سے یہ استدلال قائم کیا ہے کہ اشاعت دین میں طاقت استعمال نہ کرنے کا حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے منصب رسالت کے آغاز میں دیا تھا جس وقت وہ کمزور اور ناتواں تھے لیکن بعدازاں انہوں نے دین کی خدمت کے لئے تلوار کا استعمال جائز قرار دے دیا۔ جبکہ قرآن میں ایسا کوئی حکم موجود نہیں۔ یہ بات

درست ہے کہ محمد ﷺ نے مخالفت عیسائی، یہودی اور دیگر عرب قبائل کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیا جب وہ نئی مملکت کی تشکیل کر رہے تھے لیکن فی الواقعہ یہ ایک سیاسی عمل تھا، کوئی مذہبی اقدام نہیں تھا جو بنیادی طور پر علاقہ حاصل کرنے کے لئے تھا نہ کہ دین پھیلانے کی خاطر۔

مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ تاریخ

اسلام نے دیگر مذاہب سے کیا سلوک روا رکھا، اس کو ایک سادہ پیمانے سے جانچا جا سکتا ہے۔ ایک ہزار سال بعد تک مسلمان حکمرانوں کا طرز عمل کیا رہا جب ان کے پاس طاقت اور اختیار موجود تھا؟ کیا انہوں نے دین پھیلانے کیلئے تلوار کا استعمال کیا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

صدیوں تک لگاتار مسلمانوں نے یونان پر حکمرانی کی، کیا یونانی مسلمان بن گئے؟ کیا کسی نے یہ کوشش بھی کی کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں؟ جبکہ عثمانی دور خلافت میں عیسائی یونانی اعلیٰ ترین انتظامی عہدوں پر فائز رہے۔

بلغارین سرب، رومن، ہنگری اور دیگر یورپی اقوام ایک نہ ایک دور میں عثمانی عہد حکومت کے سایہ تلے اپنے عیسائی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے زندگی بسر کرتے رہے، کسی نے انہیں مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا اور وہ سب کے سب عیسائی تعلیمات پر دلجمعی سے کاربند رہے، یہ درست ہے کہ البانوی اور بوسنیائی باشندوں نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ لیکن اس تبدیلی مذہب پر کسی نے یہ دلیل نہیں دی کہ انہیں جبراً مسلمان ہونے کے لئے مجبور کیا گیا۔ انہوں نے اسلام اس لئے قبول کیا تا کہ وہ حکومت کے منظور نظر بن جائیں اور زیادہ مراعات سے مستفید ہو سکیں۔

یہودی مورخین بھی اسلام کے احسان مند ہیں

1099ء میں صلیبی جنگ بازوں نے یروشلم فتح کیا اور بلا امتیاز مسلمان اور یہودی باشندوں کا قتل عام کر کے مسیح علیہ السلام کے نام پر اپنے ہاتھ خون سے رنگے، جبکہ فلسطین پر چار صدیوں سے مسلمانوں کا قبضہ رہا لیکن اس کے باوجود جو عیسائی وہاں اکثریت میں تھے۔اس طویل عرصہ کے دوران ان پر اسلام مسلط کرنے کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔صرف ملک سے صلیبی جنگ بازوں کے انخلاء کے بعد فلسطینیوں کی اکثریت نے عربی زبان اور دین اسلام اپنی رضا و رغبت سے اختیار کیا اور اہل فلسطین کے وہی آباؤ واجداد ٹھہرے۔ایسی کوئی شہادت کہیں موجود نہیں کہ یہودیوں پر اسلام مسلط کرنے کی کبھی کوئی کاوش ہوئی۔یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلم عہد حکومت میں اسپین کے یہودی اتنی مالی آسودگی اور خوشحالی سے ہمکنار تھے جس سے وہ ہمارے زمانے تک کہیں بہرہ مند نہ ہوئے۔یہودا ہلوے جیسے اہل ادب نے عربی شاعری میں نام پیدا کیا اور اسی طرح نامور میمونیڈز نے عربی میں اپنے جوہر دکھائے۔مسلم اسپین میں واقع تولیڈو شہر میں جو مسلمانوں کا ادبی مرکز رہا، عیسائی، یہودی اور مسلم عالم دانشور باہمی اشتراک سے قدیم یونانی فلسفوں اور سائنسی علوم کو عربی میں ترجمہ کرنے کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے۔یہ حقیقت میں ایک زریں دور تھا۔اگر پیغمبر علیہ السلام نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلانے کا حکم دیا ہوتا تو ایسا کب ممکن ہوسکتا تھا۔اسکے بعد جو ظہور پذیر ہوا وہ محتاج بیان نہیں بالکل واضح ہے۔جب کیتھولک مسیحیوں نے دوبارہ اسپین فتح کر لیا تو انہوں نے مذہبی دہشت گردی کا بازار گرم کر دیا۔یہودیوں اور مسلمانوں کو حکماً مجبور کیا گیا کہ وہ یا تو عیسائی بن جائیں، یا انہیں اپنی حفاظت کے لئے ایک خاص قسم کا ٹیکس جزیہ ادا

کرنا پڑے گا، جس کے صلے میں انہیں عسکری خدمت بجالانے سے مستثنیٰ کر دیا جاتا۔ایک ایسا سودا جو اکثر یہودیوں کیلئے خوش آئند تھا۔کہا جاتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں کو یہ بات ناپسند تھی کہ محض ترغیب و تبلیغ کے ذریعے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کیلئے آمادہ کیا جائے کیونکہ اس طرح انہیں جزیے سے محروم ہونا پڑتا تھا۔ہر یہودی جسے اپنی قوم کی تاریخ معلوم ہے وہ اسلام کا احسان مند اور گہرے جذبہ تشکر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔اسلام نے ان کی پچاس نسلوں کو تحفظ فراہم کیا ہے جبکہ عالم عیسائیت نے یہودیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور بہت سے مواقع پر انہیں تلوار کے زور پر ترک مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا۔

من گھڑت داستانیں عالم اسلام کے ذخائر پر قبضہ کرنے کا راستہ

بزور شمشیر دین پھیلانے کی من گھڑت داستان محض ایک شر انگیز افسانہ ہے۔ ایک ایسا مفروضہ ہے، جس نے مسلمانوں کے خلاف یورپ کی طرف سے برپا کردہ عظیم جنگی معرکوں جیسے عیسائیوں کا اسپین پر دوبارہ قبضہ صلیبی جنگوں اور ترکوں کے خلاف محاذ آرائی جن کے بڑھتے ہوئے فاتحانہ قدم ویانا تک پہنچ چکے تھے۔میں پسپائی کے دوران جنم لیا۔پسپائی کے بعد ان کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔مجھے شبہ ہے کہ جرمن پوپ بھی دیانتداری سے ماضی کے ان واقعات پر یقین رکھتا ہے۔کیا ایسا ہے کہ مسیحی دنیا کے رہنما جو عیسائی مذہب کا عالم بھی ہے اس کے اپنے طور پر تاریخ مذاہب کا مطالعہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی؟ پوپ نے برسرعام ایسے الفاظ کیوں کہے اور پھر لمحہ حاضر میں ایسا کیوں کہا؟ ان الفاظ کو بش اور اس کے پرجوش عیسائی حامی مبلغین کے ایماء پر نئے کروسیڈ (صلیبی جنگ) کے پس منظر میں دیکھا جائے تو اس میں نام نہاد اسلامی فسطائیت اور دہشت گردی پر عالمی جنگ کی صدائے

بازگشت سنائی دیتی ہے۔ جہاں دہشت گردی کو مسلمانوں کے ہم معنی بنادیا گیا ہے۔ بش کے تجارتی حصہ داروں کے لئے مسلمانوں کے ہم معنی بنادیا گیا ہے۔بش کے تجارتی حصہ داروں کیلئے مسلمانوں کے تیل کے ذخائر پر قبضے کو جواز فراہم کرنے کی نک چڑھی کوشش ہے۔

تاریخ میں پہلی بار ایسا نہیں ہوا کہ معاشی مفادات کی عریانی کو مذہبی قبا میں ڈھاپنے کی کوشش کی گئی ہے؟ پہلی مرتبہ ایسا نہیں کہ ڈاکوؤں کی مہم کو مذہبی صلیبی جنگ کا نام دیا گیا ہے؟ پوپ کی تقریر اسی کوشش کی صورت گری ہے۔اس کے بھیانک نتائج کیا ہوں گے؟ کون اس کے بارے میں پیش گوئی کرسکتا ہے؟

ستیزہ کاررہا ہے ازل سے تاامروز
چراغ مصطفوی سے ہے شرار بولہبی

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ" یہود ہوں کہ نصاریٰ سب کے سب مسلمانوں کے دشمن ہیں یہودیوں کی خیانت اوران کی وسیسہ کاریاں جگہ جگہ قرآن کریم میں بیان کردی گئی ہیں غدر، خباثت، دغابازی، مکروفریب اور جھوٹ انکی گھٹی میں پڑا ہے زمانہ نبوت سے لے کر آج تک ان لوگوں نے (اسلام سے حسد اور بغض وعناد کی وجہ سے کہ نبی آخرالزماں ﷺ بنی اسرائیل سے نہ ہوکر بنی اسماعیل سے ہوئے) چین وسکون نہیں لیا اوراپنی شیطانیت اورفتین ذہنیت سے ہر ہر موڑ پر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا حتی کہ اس خبیث فعل کیلئے انہوں نے اسلامی تعلیمات بھی بڑی محنت سے حاصل کیں اور اس میں گہرائی وگیرائی پیدا کر کے اسلام پر اعتراضات کرنا شروع کردیئے اور دنیا کے سامنے یہ پیش کرنے کی مکمل کوشش کررہے ہیں کہ آج کے دور میں اسلام کا کوئی کردار

نہیں اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں اسلام کا کوئی پیغام نہیں اور آج اس کی کوئی ضرورت نہیں ایک زمانہ میں اس نے تعلیم کے میدان میں بڑا اہم رول ادا کیا تھا،اس نے دختر کشی کو ختم کردیا تھا امن وامان کا پیغام دیا تھا اور لوگوں پر بڑے احسانات کئے تھے لیکن اب یہ مذہب فرسودہ اور پرانا ہوچکا ہے۔دوستو! بہت بڑا المیہ ہے سارے مسلمانوں کیلئے چونکہ میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے امریکہ میں کثیر تعدا میں شائع ہونے والے اخبارات سب یہودیوں کے ہیں مال ودولت کی ریل پیل ہے او رحکومتیں ان کا مکمل ساتھ دے رہی ہیں کہ اسلام کو مٹائیں جس طرح بھی ممکن ہوخواہ ہتھیاروں کے ذریعہ خواہ روپیوں پیسوں کے ذریعہ حتیٰ کہ عزت وآبرو کی بھی پرواہ نہیں بس کسی بھی طرح اسلام کو نقصان پہونچنا چاہئے،اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے،ان کو مرتد کرنے کیلئے ہرطرح کی کوششیں کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔☆

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلائے اور اسلام کا بول بالا فرمائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

☆ اس تقریر کے زیادہ تر اقتباسات متعدد مضامین اور کتب واخبارات سے ماخوذ ہیں۔

نجات

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میں ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدِهٖ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيْهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِيْن. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

ہے تیری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود ونبود
اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت، وہ گداز
بے تب وتابِ دروں میری صلوٰۃ اور درود

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ اسے جنت میں داخل کریں گے جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے نکل جائے اللہ اسے ایسی آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہے گا اور اس کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔

معزز حاضرین کرام، اساتذہ کرام اور طلباء عزیز! ہم مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی صرف اللہ کی اطاعت اور رسول کی فرمانبرداری میں ہے اور رسول کی اطاعت ہی درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے: ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ “ قاضی بیضاویؒ نے اس آیت کریمہ کا شان نزول ذکر کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا ہم اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ سے بہت ہی محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اے میرے حبیب آپ فرمادیجئے اگر تم کو خدائی محبت کا دعویٰ ہے تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ ایک دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ تمہارے لئے رسول اکرم ﷺ کی سیرت میں بہتر نمونہ ہے یہ فخر تمام مذاہب میں صرف اسلام کے پیغمبر کو حاصل ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ اپنے پیغمبر کی سنت کی پیروی کی بھی دعوت دیتا ہے۔

اب کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی

آپ علیہ السلام دنیا سے رخصت ہوتے وقت فرمارہے ہیں۔ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ میں تمہارے درمیان دو مرکز ثقل چھوڑ جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسرا اپنا عملی راستہ یہی دو مرکز ثقل اب تک قائم ہیں اور

تا قیامت قائم رہیں گے اور آج دنیا کے سامنے ہمارے پیغمبر ﷺ کی ایک ایک سنت اور ایک ایک طریقہ کھلی کتاب کی طرح موجود ہے اور وہ بھی سندوں کے ساتھ ہے مذہب اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب کی کوئی چیز خواہ وہ مذہب آسمانی ہو یا غیر آسمانی بہر حال سندوں کے ساتھ آج دنیا کے سامنے موجود نہیں ہے اور پیغمبر اسلام جس کام کا حکم کرتے ہیں اس کو برت کر اور عمل کر کے بھی دکھاتے ہیں حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی تعلیم دیتے ہیں، اس لئے آپ علیہ السلام قیامت تک کیلئے رسول ہیں ۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں کوئی نئ شریعت آنیوالی نہیں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:"اَنَا خَاتِمُ النَّبِيّنَ لاَ نَبِیَ بَعْدَی" میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں ہے۔ اللہ کا بہت بڑا فضل کہ اللہ نے ہم کو آپ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔

بیشک اللہ رحمٰن ہے جس نے پیارے نبی امی ﷺ کو ہدایت کا سرچشمہ یعنی قرآن کے علم سے آشنا کیا۔ رحمٰن نے انسان کو پیدا کیا اور قوت گویائی عطا فرمائی۔ اور یہ اسی خالق کائنات کا احسان ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، وہ سب کچھ سکھایا جسے انسان جانتا نہیں تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ برائی کی جتنی بھی قسمیں ہیں وہ جہالت کے پیٹ سے ہی جنم لیتی ہے۔ جہالت نام ہے باپ دادا کی اندھی تقلید کا جو قبول حق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

جہلا کی اندھی تقلید

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا رفیق بنا دیا جو ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ جب کوئی فحش (برائی) کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے۔ آپ ﷺ کہہ

دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا، کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم (علم) سند نہیں رکھتے۔" (اعراف)

اب دیکھئے بے ایمان لوگوں کا اڑیل رویہ! باپ دادا کی اندھی تقلید ان کی آنکھوں پر جہل کا ایسا دبیز پردہ ڈالے رکھتا ہے کہ پہلے تو یہ لوگ اللہ کی معرفت کا علم حاصل کرنا ہی نہیں چاہتے۔ مزید اس جاہلانہ روش پر اڑے رہنے کے نتیجے میں نہ صرف برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں بلکہ اس فحش اعمال کو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بھی سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جہالت کی انتہائی حدتک جا کر اپنی فحش کاری کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذمہ لگا دیتے ہیں کہ معاذ اللہ اس نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے، اسلام سے قبل مشرکین، بیت اللہ کا ننگا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس حالت کو اختیار کر کے طواف کرتے ہیں جو اس وقت تھی جب ہمیں ہماری ماؤں نے جنا تھا، عورتیں بھی ننگی طواف کرتیں۔ صرف شرم گاہ پر کوئی کپڑا یا چمڑے کا ٹکڑا رکھ لیتیں۔

جہالت کے اس شرمناک فعل کیلئے دو عذر انہوں نے پیش کئے۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ دوسرے، اللہ پر بہتان باندھتے کہ اللہ نے ہی انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اس باطل افکار ونظریات کی واضح الفاظ میں تردید فرمادی کہ اللہ کبھی برائی کا حکم نہیں دیتا بلکہ یہ تو ان کی بے علمی یا جہالت کا مرض ہے جو انہیں ایسی فحش کاری کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ"بالقسط" یعنی توحید کی معرفت کا علم دیتا ہے کہ اس کی غیر مشروط وخالص عبادت کی جائے"وَادْعُوْنِی مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْن" (الاعراف) پس جنہوں نے اللہ کی معرفت کا علم حاصل کیا انہوں نے راہ حق کو قبول کیا اور جنہوں نے جاہل رہنا پسند کیا تو وہ باپ دادا کی اندھی تقلید یا گمراہی سے

چمٹے رہے یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناتے ہیں۔'' آیئے! بے علمی کی اس لعنت کو سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ کی معرفت کا علم عام کرنے کے نتیجہ میں آقائے رحمت ﷺ کو نہ صرف طائف کے میدان میں پتھر کھانے پڑے بلکہ آپ ﷺ نے احد کے معرکہ میں تلواروں کے زخم بھی کھائے، اور ضربیں بھی اتنی شدید کہ زبان رحمت سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ ''وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کے چہرے کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ (محمد ﷺ) انہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہے'' اس پر اللہ نے حضور نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی ''لَيْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْئٍ اَوْيَتُوبُ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ'' اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے یا عذاب دے، کیونکہ وہ ظالم ہیں (آل عمران) طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس روز فرمایا'' اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کر دیا''۔

حضور ﷺ کی امت کے لئے دعا

پھر تھوڑی دیر رک کر فرمایا ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ'' (اے اللہ! میری قوم کو بخش دے۔ وہ نہیں جانتی (یہ بے علم لوگ اللہ کی واحدنیت اور محمد ﷺ کی رسالت کا علم نہیں رکھتے) اور صحیح مسلم کی روایت میں بھی یہی الفاظ ہیں ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ'' (صحیح مسلم)

اور قاضی عیاض کی شفا میں یہ الفاظ ہیں ''اَللّٰهُمَّ اِهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ'' اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ وہ نہیں جانتی۔ (کتاب الشفاء بتعریفِ حقوق المصطفیٰ)

ارشاد ربانی ہے وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن اور ہم نے آپ کو سارے جہاں والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہر نبی اپنی قوم اور امت پر بڑا ہی رحمدل

ہوا کرتا ہے قوموں کے بار بار عذاب کی درخواست اور فرمائش کے باوجود بھی اللہ سے ان لوگوں کیلئے ہدایت ہی کی دعا او ردرخواست کی، جب امت سوال کی حد کر دیتی ہے تو نہ چاہتے ہوئے نبی نے عذاب کی درخواست کی، جس کے نتیجے میں بعض اوقات پوری کی پوری قوم تباہ و برباد ہوگئی۔ لیکن حضور علیہ السلام کا معاملہ بالکل نرالا حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ میری امت پر ایسا عذاب نہ نازل فرما جس سے کہ پوری امت تباہ ہوجائے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس امت پر ایسا عمومی عذاب کبھی نہیں آسکتا جس سے پوری ہی قوم تباہ ہوجائے۔

غزوۂ احد کے اس افسوسناک واقعہ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ مشرکین مکہ کے قبول حق کی راہ میں ان کی جہالت یا باپ دادا کی تقلید پرستی آڑے آرہی تھی، جسے وہ چھوڑنا نہیں چاہ رہے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس آزمائشی لمحات میں اپنی قوم کے لئے اللہ سے مغفرت اور ہدایت کی دعا کی تو سبب یہی بتلایا کہ ان کی قوم نہیں جانتی سوال یہ ہے کہ وہ کیا چیز تھی جو آپ ﷺ کی قوم نہیں جانتی تھی؟ وہی جس کی طرف نبی ﷺ اپنی قوم کو بلا رہے تھے۔ جی ہاں! ''قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' وہ چیز تھی اللہ کی توحید کی معرفت کا علم۔

بے علمی اور باپ دادا کی اندھی تقلید کا چولی دامن کا ساتھ ہے، انبیاء کرام کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کی جو بنیادی وجہ ہمیشہ سے رہی وہ باپ دادا کی اندھی تقلید تھی جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے۔

''اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راہ (جاہل) ہوں۔ کفار

کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جو اپنے چرواہے کی صرف پکار اور آواز ہی سنتے ہیں (سمجھتے نہیں) وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں انہیں عقل نہیں'' (البقرۃ)

دیکھئے! یہاں بھی اندھی تقلید کا سبب ''علم سے لاتعلقی ہے۔ یہ بے علمی انسان جیسی اشرف مخلوق کو جانور بنا دیتا ہے۔ جو صرف اپنے مالک کی ہانک پکار ہی سنتا ہے۔ علم سے بے تعلقی کا مہلک مرض اتنا خطرناک ہے کہ ''جب ان سے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا، اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں'' (المائدۃ)

اہل علم اور بے علم برابر نہیں

اس کے برعکس علم کی نعمت سے فیضیاب ہونے والوں کیلئے اللہ اپنی رہبری کی رحمت عطا کر دیتا ہے۔ ''اور جنہیں علم ہے وہ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ وہ آپ کی جانب آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ سراسر حق ہے اور اللہ غالب خوبیوں والے کی راہ کی رہبری کرتا ہے۔'' (سبا)

نصیحت پکڑنے والے اور انکار کرنے والے جس طرح ایک نہیں ہو سکتے اسی طرح علم والے اور بے علم والے ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

''بتلاؤ تو علم والے اور بے علم والے کیا برابر کے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند (علم رکھتے ہیں) ہوں''۔ (الزمر)

خلاصہ یہ کہ جو چیز انسان کو جانور سے ممتاز اور منفرد کرتی ہے اس میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت اس کی معرفت کا علم ہے۔ نبی ﷺ کی قوم پوری نسل انسانیت ہے۔ ''وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَاْفَۃً لِلنَّاسِ بَشِیراً وَنَذِیراً وَلٰکِنَّ اَکثَرَ النَّاسِ

لَا یَعْلَمُوْنَ'' (سبا) اب دیکھئے اس بنیادی بات کا علم بھی اکثر لوگ نہیں رکھتے (حالانکہ کثرت تعداد کو حق کی دلیل سمجھتے ہیں) کہ نسل انسانیت پر حضور ﷺ کی بعثت بحیثیت جہنم سے ڈرانے والے اور جنت کی خوشخبری دینے والے کی ہے۔ یعنی جس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی الوہیت کا اقرار زبان، قلب، فہم اور اعضاء وجوارح سے نبی کے بتلائے ہوئے طریقہ پر کیا اس کے لئے جنت کی بشارتیں ہیں۔ اور جس نے انکار کیا اس کے لئے جہنم کی آگ۔

کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی، قِیْلَ مِنْ اَبٰی، قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ، دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی''. (بخاری)

وہ لوگ جو آپ کی سنت کا انکار کرتے ہیں

آپ ﷺ کی تمام امت جنت میں جائیں گی مگر وہ جنہوں نے انکار کیا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے پیغمبر ﷺ کون ہے جو انکار کرنے والا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''جس نے میری اطاعت کی وہ بہشت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی بیشک اس نے انکار کیا''۔ یہ بھی بے علمی کا نتیجہ ہے جو لوگوں میں خوش فہمی کا سبب بنا ہوا ہے کہ آپ کی تمام امت یکبار ہی جنت میں چلی جائے گی۔ مذکورہ حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی امت ہی میں ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لانے کے بعد بھی آپ ﷺ کی رسالت کا کھلم کھلا یا خفیہ طور پر (تاویلات کر کے) انکار کرنے والے ہوں گے۔ وہ آپ ﷺ کی اطاعت سے انکار کریں گے۔ کیا امت میں ایسے فرقے موجود نہیں ہیں جو مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی سنت کا انکار کرتے ہیں؟ یقیناً کرتے ہیں! شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''غنیۃ الطالبین'' میں ان 72 گمراہ فرقوں کی نشاندہی کی ہیں۔

دورِ حاضر میں تین قسم کے لوگ

دور حاضر میں مجموعی طور پر ان میں سے تین قسم کے لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد بھی نبی کریم ﷺ کی رسالت کے (نعوذ باللہ) انکاری ہیں۔ایک تو یہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ''ہمارے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے''۔جبکہ امام کائنات ﷺ کہتے ہیں کہ ''تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرِیْنَ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُم بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ''. (مؤطا،مشکوٰۃ)

یعنی گمراہی سے نجات صرف اور صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے تمسک سے ہی مل سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ انکار حدیث کے فتنے کو اہل حق نے جب للکارا کہ وہ اپنے مردوں (لاشوں) کو صرف قرآن کے حکم سے غسل دے کر دکھلائے، تو میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔دوسرے انکار ختم نبوت کے داعیان بھی موجود ہیں جن کے بانی مباہلے کا شکار ہوئے۔انکار رسالت کا تیسرا طبقہ وہ ہے، جو بے علمی کی وجہ سے محمد ﷺ کی نبوت کے مقابلے میں اپنے بڑوں، سرداروں، پیروں کی بات کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ان دونوں کا ہی انجام بہت برا ہوگا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''جس دن (قیامت والے دن) ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے، حسرت اور افسوس سے کہیں گے کہ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے، اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرادروں اور بزرگوں کی بات مانی، جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا، پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما'' یہ حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے میں بنیادی طور پر یہی تین قسم کے لوگ موجود ہیں۔ان میں پہلی دو قسم کے لوگوں کی گمراہی تو واضح ہے۔لیکن تیسری قسم اپنی مبہم سرگرمیوں سے لوگوں کو شبہات

میں ڈالے ہوئے ہیں جنہیں پہچاننے کی ضرورت ہے۔آج سب سے اہم مسئلہ صحیح اسلامی عقائد سے اپنے ایمان کو بچائے رکھنے کی ہے۔امت فتنوں کے دور میں داخل ہوچکی ہے۔جس کی نشاندہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے ذریعہ اپنی امت کو بتلادی۔

حضرت حذیفہ بن یمان کا سوال

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول مکرم سے بھلائی کے متعلق پوچھتے، اور میں آپ ﷺ سے شر کے متعلق دریافت کرتا تھا۔میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں شر مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے لیں۔حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ! بے شک ہم قبل از اسلام جاہلیت اور برائی میں مبتلا تھے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھلائی (خیر) عطا کی تو کیا اس بھلائی (خیر) کے بعد بھی کوئی شر ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! میں نے پوچھا کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، ہاں! اس میں کدورت (دھواں) ہوگی۔میں نے پوچھا کدورت کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جو میری سنت پر نہیں چلیں گے اور میرے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف رہنمائی کریں گے۔تم ان میں اچھی اور بری باتیں پاؤ گے۔میں نے پوچھا کیا اس بھلائی کے بعد کوئی شر ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں! جہنم کے دروازے کی طرف بلانے والے ہوں گے۔جو ان کی باتیں مانے گا وہ اسے جہنم کے دروازے کی طرف بلانے والے ہوں گے۔جو ان کی باتیں مانے گا وہ اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے ان کی نشانیاں بیان فرمائیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا۔وہ بظاہر ہم میں سے ہوں گے، اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے۔میں نے پوچھا اس صورت

حال سے دوچار ہوجاؤں تو میرے لئے کیا حکم ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت اوران سے مل کرر ہنا۔میں نے عرض کیا اگران کی جماعت میں امیر نہ ہو تو؟ پھران تمام گروہ سے الگ ہوجانا اگرچہ تجھے درخت کی جڑ ہی چبانی پڑے۔ یہاں تک کہ تجھے اسی حالت میں موت آجائے۔(بخاری ومسلم)

قادیانی مسلمان نہیں

ایک اہم بات کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرنا چاہونگا دنیا میں بہت سے انبیاءورسل مبعوث ہوئے ”وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ“ اورہم نے آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسولوں کو بھیجا ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے احوال ہم نے آپ کو سنائے اوران میں سے بعض وہ ہیں جن کے احوال ہم نے آپ کونہیں سنائے۔ہم ہر ایک نبی ورسول کو جو اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے برحق مانتے ہیں یہ ہمارا عقیدہ وایمان ہے لیکن بعثت انبیاءورسل کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر خاتم النبین سید المرسلین رحمۃ اللعالمین حضور محمد الرسول اللہ ﷺ پرختم ہوجاتا ہے۔

”مَاکَانَ مُحَمَّداً اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّنَ“ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اورنبیوں کے خاتم ہیں اب آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آئیں گے۔لیکن آپ علیہ السلام کے ایک امتی ہونے کی حیثیت سے نہ کہ نبی کی حیثیت سے،لیکن وہ نبی ہونگے جیسے پہلے نبی تھے۔وہ آج بھی نبی ہیں اور آئندہ بھی نبی رہیں گے لیکن احکام اسلام پر ہی عمل پیرا ہونگے۔اپنی شریعت پرعمل نہیں کریں گے۔اگرکوئی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں تو یہ جھوٹ ہے فریب دھوکہ

ہے اوروہ شخص باجماع مسلمین کافرومرتد اورخارج از اسلام ہے ایسے شخص سے کسی طرح کا رشتہ ناطہ جائز نہیں ہے آپ علیہ السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بہت سے جھوٹے انبیاء آئے مگر سب پانی کے بلبوں کی طرح ختم ہوگئے البتہ لعین قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی جوانگریزوں کا بنایا ہوا نبی ہے انگریز نے اس کی بڑی پشتپناہی کی اورآج بھی پشت پناہی کررہا ہے۔جس کی وجہ سے اس فتنہ نے طول پکڑلیا ہے اورآج غریب اورفاقہ کش مسلمان چندکوڑیوں کی خاطر اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں۔یادرکھیں قادیانی اسلام سے خارج ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ان کوکبھی بھی مسلمان مت سمجھنا اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے ہماری اورتمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

ٹوتھ پیسٹ مسواک کا بدل نہیں

احادیث نبوی ﷺ میں مسواک کی فضیلت اوراہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اما بعد قال الله تبارک وتعالىٰ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاكُ مُطَهَّرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

حقیقت خرافات میں کھوگئی
یہ امت روایات میں کھوگئی

نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ مسواک منہ کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا ذریعہ ہے۔

معزز حاضرین، حضرات اساتذۂ کرام اورطلباء عزیز! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشادفرمایا''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''، تمہارے لئے رسول اکرم ﷺ کی سیرت میں عمدہ پیروی ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی میں ہی ہماری کامیابی ہے۔خاص کرایسے زمانہ میں جبکہ سنتوں کو پامال کیا جارہا ہو۔ ہمارافریضہ بنتا ہے کہ سنتوں کوزندہ وپائندہ کریں۔

ارشادنبوی ہے ''مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ. جس نے میری امت کے فساداور بگاڑ کے زمانہ میں میری سنت کولازم پکڑا اوراس پرمضبوطی سے عمل کیا تواس کے لئے سوشہیدوں کا اجر ہے آج وہی زمانہ ہے کہ سنتیں پامال ہورہی ہیں اوردشمنان اسلام کی بڑی سازش ہے کہ نبی کے طریقہ سے ان کوآہستہ آہستہ دور کیا جائے اورسنتوں کی جگہ کوئی دوسری چیز رائج کرکے ایک اچھی شکل میں پیش کردی جائے تاکہ اپنے نبی کے طریقہ کوچھوڑکراس نوایجادشئی کی طرف مائل ہوجائیں۔ چنانچہ آج وہی ہورہا ہے۔مسواک جو ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے جس کے بے شمار فضائل آئے ہیں، سب سے بڑی فضیلت تو یہی ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب ہوتا ہے۔صحابۂ کرام کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ جہاد پر تھے مگر فتح سے ہمکنار نہیں ہورہے ہیں آخرکئی روزتک کوشش کرتے رہے مگر کامیابی نہیں ملی صحابۂ کرام نے اورلشکر کے سپہ سالار نے کہا شاید ہم لوگوں سے کوئی سنت چھوٹ رہی ہے، معلوم ہوا کہ مسواک کی سنت پر پابندی سے عمل نہیں ہورہا ہے۔تو سپہ سالار نے حکم جاری کردیا کہ سب لوگ پابندی کے ساتھ مسواک کریں۔اب کیا تھا ہرصحابی کے ہاتھ میں مسواک تھی جب دشمنوں نے دیکھا توڈر گئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کوفتح حاصل ہوگئی۔

مسواک کے بہت سے طبی فوائد بھی ہیں لیکن ہم کو محض اس نیت وارادے سے مسواک کرنا چاہئے کہ ہمارے حبیب ﷺ کی سنت ہے کیونکہ دوستو! نیت کا بڑا دخل ہوتا ہے اگر بڑی سے بڑی عبادت کرلیں اور نیتیں درست نہیں تو ایسی عبادت سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اور اگر نیت کے اندر درستگی ہے تو چھوٹا سا عمل بھی بہت بڑا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرِءٍ مَانَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتِهٖ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوْ اِمْرَأَةٍ یَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتِهٖ اِلٰی مَاهَاجَرَ اِلَیْهِ''

سارے اعمال نیتوں سے ہی معتبر اور غیر معتبر ہوتے ہیں چنانچہ مثال دے کر سمجھایا گیا کہ آدمی کو وہی چیز مل سکتی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے جو اللہ ورسول کے لئے ہجرت کرے گا اس کو اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرنے کا ثواب ملے گا اور جو دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کیلئے ہجرت کرے گا تو اس کو ہجرت کا کوئی ثواب نہیں ملے گا، اور اس کی ہجرت صرف دنیا کیلئے یا عورت سے شادی کرنے کیلئے ہوکر رہ جائے گی۔

تو دیکھئے ہجرت آپ ﷺ کی بڑی سنت ہے لیکن نیت میں کھوٹ کی وجہ سے اس ہجرت سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے مسواک کرو اس نیت سے کہ ہمارے آقا ومولا حضور محمد الرسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر مداومت اور ہیشگی برتی ہے۔

پورے ہفتہ کے گناہ معاف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور مسواک کی، خوشبو لگائی، عمدہ کپڑے

پہنے پھر مسجد میں آیا۔ اور لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلانگا، بلکہ نماز پڑھی اور امام کے آنے کے بعد (یعنی خطبہ میں) خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو جو پورے ہفتہ میں ہوئے۔ معاف فرمادیتا ہے۔'' (شرح معانی الاثار)

مسواک کے فضائل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سرکار مدینہ ﷺ سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ مسواک، کنگھا، سرمہ دانی اور آئینہ بھی لے جاتے تھے۔ (ابونعیم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا مسواک کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت بغیر مسواک والی نماز پر ستر گناہ زائد ہے۔ (مشکوۃ)

''مراقی الفلاح شرح نو الایضاح'' میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ مسواک کے ساتھ نماز کا ثواب نناوے گنا یا چار سو گناہ بڑھ جاتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ تفاوت ثواب اخلاص کے لحاظ سے ہے یعنی جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب واجر میں بھی اضافہ ہوگا۔ لہٰذا کبھی ستر گنا اور کبھی ننانوے یا چار سو گنا ہر شخص کے اخلاص کے مطابق اضافہ ہوتا رہے گا۔

حضرت حسان بن عطیہؓ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا نصف ایمان ہے اور وضو بھی نصف ایمان۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مسواک قوت حافظہ کو بڑھاتی ہے اور بلغم دور کرتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسواک انسان کی فصاحت میں اضافہ کرتی ہے۔ (خطیب)

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں، مسواک کولازم کرلو، اس میں غفلت نہ کرو کیونکہ مسواک میں چوبیس خوبیاں ہیں۔ ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اللہ راضی ہوتا ہے۔ مالداری اور کشادگی پیدا ہوتی ہے منہ میں خوشبو پیدا ہوجاتی ہے، مسوڑھے مضبوط ہوجاتے ہیں دردسر کوسکون ہوتا ہے۔ ڈاڑھ کا درد دور ہوتا ہے اور چہرے کے نوراور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔ (قشیری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسواک میں دس خصلتیں ہیں۔ دانتوں کی زردی دور کرتی ہے۔ آنکھوں کی بینائی کو تیز اور مسوڑھوں کو مضبوط بناتی ہے۔ منہ کوصاف کرتی ہے۔ ملائکہ خوش ہوتے ہیں۔ اللہ کی رضا، سنت کا اتباع، نماز کے ثواب میں اضافہ جسم کی تندرستی یہ سب امور حاصل ہوتے ہیں۔ (دارقطنی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسواک میں موت کے سوا ہر مرض سے شفاء ہے۔ (دیلمی)

مسواک کا طریقہ اور ضروری باتیں

مسواک نہ بہت نرم ہو نہ زیادہ سخت

پیلو، زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو

میوے یا خوشبودار درخت کی لکڑی نہ ہو۔

بہت موٹی نہ ہو بلکہ چھنگلی (یعنی چھوٹی انگلی) کے برابر موٹی ہو۔

زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو۔ ایک بالشت سے زیادہ لمبی ہوتو اس پر شیطان سواری کرتا ہے۔

ایک بالشت سے چھوٹی ہوتو حرج نہیں مگر اتنی بھی چھوٹی نہ ہو کہ مسواک کرنا ہی دشوار ہوجائے۔

مسواک سیدھے ہاتھ سے کریں اور اس طرح ہاتھ میں لیں کہ چھنگلی مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر ہو۔

کم سے کم تین بار دائیں بائیں اوپر نیچے مسواک کریں اور ہر مرتبہ مسواک کو دھوئیں۔ پہلے سیدھی طرف اوپر کے دانتوں پر مسواک کریں، پھر الٹی طرف بھی اوپر ہی کے دانتوں پر مسواک کریں۔ پھر سیدھی طرف نیچے کے دانتوں پر پھر الٹی طرف نیچے کے دانتوں پر۔

جب بھی مسواک کرنا ہو اسے دھولیں۔ اسی طرح فارغ ہونے کے بعد بھی دھوئیں۔

مٹھی باندھ کر مسواک نہ کریں، اس سے بواسیر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

مسواک اس طرح کھڑی رکھیں کہ ریشہ اوپر کی جانب ہو۔

زمین پر ڈال دینے سے پاگل ہوجانے کا خطرہ ہے۔ (ردالمختار)

حضرت سعید بن جبیرؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ کوئی شخص مسواک کو زمین پر لٹا کر رکھنے کی وجہ سے اگر پاگل ہوجائے تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے کہ یہ خود اس کی اپنی غلطی ہے۔

دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کریں لمبائی میں نہ کریں کہ مسوڑے زخمی ہونے کا خوف ہے۔

چت لیٹ کر مسواک نہ کریں۔ اس سے تلی بڑھ جاتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

بیت الخلاء میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔

مسواک کے ریشے ایک ہی طرف ہوں دونوں طرف نہ بنائیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک وضو میں مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

مسواک نماز کے لئے سنت نہیں، وضو کے لئے سنت ہے تو جو ایک وضو سے

چند نمازی پڑھے اس سے ہر نماز کے لئے مسواک کا مطالبہ نہیں جب تک کسی سبب سے منہ میں بدبو نہ ہوجائے۔

جب بھی منہ میں بدبو ہوجائے تو اس کو دور کرنے کے لئے مسواک کرنا سنت ہے۔

مسواک کرنا سنت ہے لہٰذا جب بھی جی چاہے مسواک کریں (دیلمی)

اگر وضو میں مسواک نہ کی تھی تو اب نماز کے وقت مسواک کرلیں۔

مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے پھینک نہ دیں کیونکہ یہ آلہ ادائے سنت ہے۔اسے کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں یا دفن کردیں۔ چاہیں تو سمندر میں ڈال دیں۔

اگر مسواک نہ ہو تو انگلی یا موٹے کپڑے سے دانت مانج لیں، اگر دانت نہ ہوں تو انگلی یا کپڑا مسوڑے پر پھیرلیں۔

جس نے میری کوئی سنت زندہ کی وہ میرے ساتھ ہوگا

میرے عزیزو! حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "لَوْلاَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلاۃٍ" اگر میری امت پر یہ بات شاق نہ گذرتی ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیدیتا۔اس حدیث سے ہر نماز کیوقت مسواک کرنے کی کتنی بڑی فضیلت معلوم ہورہی ہے۔آپ ﷺ اس لئے نہیں حکم دے رہے ہیں کہ حکم دینے سے وہ چیز واجب ہوجائے گی البتہ ممکن ہے کچھ لوگ اس کو انجام نہ دے سکیں اور گناہوں میں مبتلا ہوجائیں۔لیکن ہر نماز کے وقت مسواک کے سنت ہونے میں تو کسی بھی امام کا اختلاف نہیں۔بعض ائمہ نے ہر نماز کیوقت مسواک کرنے کو سنت مؤکدہ قرار دیا اور بعض نے غیر مؤکدہ۔ اسلئے ہم تمام حاضرین اس بات کا آج سے عہد کریں کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں گے میں یہ

نہیں کہتا ہوں کہ برش نہ استعمال کرو آپ برش بھی کریں لیکن ادائیگی سنت کیلئے مسواک ضرور کریں تاکہ قیامت کے روز آپ ﷺ کا قرب اور معیت نصیب ہو جیسا کہ حدیث میں ہے"عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احییٰ سنۃ من سنتی اُمیتتْ بعدی فقد احبَّنِیُ و من احبَّنِیُ کا ن معی".

حضرت علیؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس نے میرے بعد میری کوئی سنت زندہ کی جو مردہ ہوچکی تھی تو یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ ہوگا، زمانہ آگیا ہے کہ مسواک کی نعمت کو لوگ فراموش کرنے لگے ہیں اس لئے اس کا عام کرنا ہم سب کا فریضہ اور ذمہ داری ہے۔بکثرت مسواک کریں اور لوگوں کو مسواک کرنے کا مشورہ اور حکم دیں اور اپنے گھر کی عورتوں کو بھی مسواک کرنے کا پابند بنائیں تاکہ ہمیں بھی قیامت کے دن حضور نبی اکرم ﷺ کی معیت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

مسلمانو! کلمۂ توحید کی بنیاد پر ایک ہو جاؤ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَلاَ تَفَرَّقُوْا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا
فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

بزرگان محترم حضرات اساتذہ کرام اور طلباء عزیز!

کوئی بھی قوم کوئی بھی جماعت کوئی بھی تنظیم سیاسی ہو یا سماجی، مذہبی ہو یا معاشرتی اسی وقت کامیاب وکامران ہوتی ہے جبکہ اس کے اندر کسی نہ کسی درجہ میں اتحاد واتفاق ہو کیونکہ واتحاد ایک ایسی قوت اور ایک ایسی ناقابل تسخیر چٹان ہے جو بڑی سے بڑی طاقتوں کا مقابلہ کرسکتی ہے ایک بادشاہ نے مرتے وقت اپنے سارے بیٹوں کو بلالیا اور باریک باریک لکڑیوں کی ایک مقدار رسی میں باندھ کر اپنے ہر بچہ کو توڑنے کیلئے دی، کوئی اسے توڑ نہیں سکا پھر الگ الگ کر کے دیا تو ہر ایک نے اسے توڑ دیا باپ نے کہا کہ عزیزو تم لوگوں کی مثال اسی لکڑی کی سی ہے، اگر مل کر رہو گے تو کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتا اور اگر منتشر رہو گے تو اسی طرح بکھری ہوئی لکڑیوں کے مانند ٹوٹ جاؤ گے جب تک مسلمانوں میں اتحاد تھا تو دنیا کی قیادت اور رہنمائی کر رہے تھے اور آج جبکہ اتحاد کا فقدان ہے تو قیادت تو درکنار خود انہیں کی کوئی حیثیت نہیں اور سمندروں کے جھاگ کے مانند ہو کر رہ گئے۔ ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

آپ لوگوں نے الیکشن کے زمانہ میں مشاہدہ کیا ہوگا کہ بہت سی وہ پارٹیاں جو ایک دوسرے کی دشمن تھیں لیکن جیسے جیسے الیکشن کا زمانہ قریب آتا ہے اپنی پرانی دشمنی خواہ تھوڑے ہی زمانہ کیلئے کیوں نہ ہو بہرحال بھول جاتی ہیں، وہ اسی لئے تو کہ اتحاد کی قوت بہت بڑی ہوتی ہے لیکن افسوس کہ آج جتنا اختلاف وانتشار قوم مسلم میں ہے اتنا اختلاف بظاہر کسی قوم میں نہیں۔ اندرونی طور پر ہو تو ہو مگر وہ اختلاف کھل کر سامنے نہیں آتا، آپس میں لڑائی کے لئے قوم مسلم بہت بہادر نظر آتی ہے مگر غیروں سے جب مقابلہ ہوتا ہے یا کوئی مسلم بھائی غیروں کے ہاتھوں اذیت سہتا ہے اس

وقت بہادری سامنے نہیں آتی، آج پہلے کے مقابلہ میں اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔" وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلاَ تَفَرَّقُوْا" سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو۔

اسلام میں اجتماعیت ہے

اسلام میں اجتماعیت کو اہمیت حاصل ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو جماعت سے الگ ہوگیا وہ جہنم میں چلا جائے گا۔ نیز فرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ جماعت کے ساتھ رہو، اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ نماز باجماعت کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر گھر میں الگ نماز پڑھے تو ایک نماز کا ثواب اور اگر محلّہ کی مسجد میں پڑھے تو پچیس درجہ ثواب زیادہ ہوگا اور اگر مسجد نبوی میں ادا کرے تو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب اور اگر اسلامی مرکز کعبۃ اللہ تک پہنچے جہاں ساری دنیا کے مسلمان جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہوگا، جتنی اجتماعیت کی کیفیت بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی اللہ کے یہاں مقبولیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

نیز نبی اکرم ﷺ نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے یا الگ تھلگ ہونے سے منع فرمایا ہے اور اس کو پسند نہیں فرمایا ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک بار فرمایا تم دیکھو گے کہ آگے ایسے امراء آئیں گے جن میں دین کی پابندی کم ہوگی، صحابیؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم اس وقت کیا کریں؟ قتال کریں! آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، تم ان کی اطاعت کرو تفرقہ کی کوئی کیفیت پیدا ہونے نہ دو، خود حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے دور میں ایک بار حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس طرح کردوں جیسے ابراہیمؑ نے

فرمائی تھی اور حطیم کعبہ کو کعبہ کے اندر شامل کردوں لیکن تمہاری قوم کے سلسلہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اسکو بنیاد بنا کر تفرقہ نہ پیدا کریں۔

اجتماعیت کا خیال ولحاظ رکھنے کے لئے خود قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑے پیدا مت کرو، ورنہ تم نامراد ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کا دامن تھامے رکھو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(سورہ انفال)

اسلام اجتماعیت کا نام ہے

آج مسلمان معمولی باتوں اور چھوٹے چھوٹے مسائل کو بنیاد بنا کر بٹے ہوئے ہیں۔ اور "تو تو میں میں" میں مبتلا ہیں بلکہ بہت سے مقامات پر دست وگریباں بھی ہیں۔ اس لئے تو ہماری ہوا اکھڑی ہوئی ہے اور اسلام دشمن طاقتیں برابر سازشیں کرکے کامیاب ہوتے چلے جارہے ہیں، اگر اجتماعیت ہوا تفاق واتحاد ہو تو کیا مجال کہ کوئی مسلمانوں کے خلاف سازش تو کیا آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے، جس کی مثالیں دور صحابہ میں اور بعد کے ادوار میں بھی گذر چکی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اسلام تو اجتماعیت ہی کیساتھ ہے یا یوں کہیئے کہ اسلام نام ہی اجتماعیت کا ہے اسلئے کہ تمام عبادتوں میں اجتماعیت ہے نماز ہے تو اس کیلئے امام مقرر کیا اسی طرح زکوٰۃ جمع کی جائے اور پھر وہاں سے غرباء کو تقسیم کیا جائے ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں تو علماء اور اہل فتویٰ کو اس کے قائم مقام بنایا گیا ہے۔ اسی طرح حج کی عبادت ہے اس میں تو اجتماعیت نمایاں ہے۔

اسی طرح گھروں کے اندر کا ماحول بھی اجتماعیت کے تحت ہے اس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے گھر کا ذمہ دار ہے اس سے پوچھا جائے

گا کہ تو نے اپنے گھر والوں کے لئے کس طرح بندوبست کیا، کس طرح ان کی تربیت دی گھر میں شرعی احکام نافذ کئے یا نہیں؟

آخر کیا وجہ ہے کیوں ہمیں اجتماعیت کا حکم دیا اور اتحاد واتفاق پر اتنا زور کیوں دیا گیا کبھی ہمیں غور کرنے کی توفیق ہوئی؟ دوستو! اس میں راز یہ ہے کہ اتحاد واتفاق ہی میں ہماری کامیابی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

متحد ہوگے تو کہلاؤ گے غازی ومومن
منتشر ہوگے تو قسطوں میں صفایا ہوگا

آج ہم ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں اسی لئے تو ہم پٹ رہے ہیں پوری دنیا کے اندر شاید سب سے زیادہ مسلمانوں کا ہی قتل وخون ہو رہا ہے اور طرح طرح کے غلط الزامات میں پھنسا پھنسا کر ان کو جیلوں میں ٹھونسا جا رہا ہے۔ کتنے نوجوانوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا اور آج تک یہ تحقیق نہ ہو سکی کہ آخر ان کو کس جرم کی پاداش میں سزا دی گئی۔ دوستو! آج ہم نے اجتماعیت کو ترک کر دیا، جبکہ اسلام نے بڑا زور دیا تھا۔

اجتماعیت پر کھانے کا ثواب بھی زیادہ

(حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنی ایک مجلس میں حضرت علیؓ کی رسول اللہ ﷺ نے جو ضیافت کی تھی اس کا تذکرہ کچھ یوں فرمایا کہ) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میری ضیافت دو چیزوں سے کی ایک کھجور دوسرا پانی۔ کھجور حضور ﷺ نے کھا کر مجھے کھلائی اس طرح پانی حضور ﷺ نے پی کر مجھے پلایا، ارشاد فرمایا جس نے اخلاص کے ساتھ کسی مؤمن کی ضیافت کی اس نے گویا حضرتِ آدمؑ کی ضیافت کی فرمایا کہ جس نے اخلاص کے ساتھ کسی مؤمن کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت آدمؑ کی ضیافت کی، اس پر جو اجر ملتا ہے وہ اسے ملے گا۔ آگے

فرمایا کہ جس نے دو مسلمانوں کی ضیافت کی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اس نے گویا حضرت آدمؑ وحواء دونوں کی ضیافت کی گویا اتنا اجر اس کو ملے گا۔

آگے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے تین مسلمانوں کی ضیافت کی وہ ایسا ہے جیسا جبرئیل، ومیکائیلؑ واسرافیلؑ کی ضیافت کی، گویا اتنا اجر ملے گا۔ جس نے چار مسلمانوں کی ضیافت کی وہ ایسا ہے جیسے توراۃ، انجیل، زبور، اور قرآن مجید کو پڑھ لیا یعنی ان کو پڑھنے پر جو اجر ملتا ہے اتنا اجر اس کو ملے گا اور جس نے پانچ آدمیوں کی ضیافت کی وہ ایسا ہے جیسے اس شخص کو اجر ملتا ہے جو اول خلق سے برابر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا رہا ہو، ہزاروں برس نمازیں پڑھنے پر جو اجر ملتا ہے وہ پانچ آدمیوں پر ملے گا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو چھ آدمیوں کی ضیافت کرے وہ ایسا ہے جیسے اولاد اسماعیلؑ میں سے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا اور جس نے سات آدمیوں کی ضیافت کی تو گویا جہنم کے سات دروازے اس پر بند کر دیئے گئے، جہنم اس سے دور ہو گئی اور جس نے آٹھ آدمیوں کی دعوت کی اس کیلئے گویا جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے گئے، جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے اور جس نے نو آدمیوں کی دعوت کی وہ ایسا ہے جیسے اول خلق سے گنہ گاروں سے جتنے گناہ ہوئے ہیں اس نے اتنے اجر کما لئے۔

گناہوں کی قید اس لئے لگائی کہ نیکیاں کرنے والے کم اور گناہ کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس آدمیوں کی دعوت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ان لوگوں کا اجر لکھیں گے جنہوں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور حج وعمرہ کئے اور قیامت تک کرتے رہیں گے، اتنا عظیم اجر دیا جائے گا۔ (خطبات حکیم الاسلام)

اجتماعیت اور اتحاد واتفاق میں جتنا فائدہ ہے اتنا ہی انفرادیت اور اختلاف وانتشار میں نقصان ہے، خود اپنے گھروں کی مثال لے لیجئے، اگر چند بھائی ایک ساتھ مل کر رہتے ہیں تو اس میں خرچ کم ہوتا ہے، اور بچت بہت ہوتی ہے لیکن وہی بھائی جب الگ الگ ہو جاتے ہیں تو الگ الگ طور پر ہر ایک کو انتظام کرنا پڑتا ہے اور ہر کوئی پریشان رہتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد "**ید الله علی الجماعة**" اللہ کی نصرت اور مدد جماعت پر ہے۔

اجتماعیت نصرت کا ذریعہ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد فرماتے رہتے ہیں جب تک بندہ اس کے بندوں کی مدد کی طرف متوجہ رہتا ہے، انبیاء کرام کا بھی یہ مقصد رہا ہے امت میں اجتماعیت رہے تفرقہ کی بجائے باہمی اتحاد واتفاق رہے کہ اس سے قوت پیدا ہوتی ہے دشمن اسلام مغلوب رہتے ہیں، دین کا کلمہ بلند ہوتا ہے، باہمی تعاون اور تناصر کا اثر پوری امت تک پہنچتا ہے اسی لئے اجتماعیت والے کاموں اور ضیافتوں کو فضیلت دی گئی، یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ کھانے کھلانے کو فضیلت کیوں ہے؟

کاش! اس حقیقت کو مسلمان جان لیں کہ ہم ایک امت ہیں جو ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں، ایک کتاب قرآن پاک ہماری زندگی کا دستور العمل ہے اور ایک آخری نبی کی ہم امت ہیں تو پھر ہم میں اختلاف وانتشار کیوں؟ رسول اللہ ﷺ نے تو پوری امت کو ایک جسم قرار دیا کہ پیر میں کانٹا چبھتا ہے تو آنکھ روتی ہے مسلمان جب تک اس حقیقت پر قائم رہے اور اجتماعیت کے ساتھ امت واحدہ رہے وہ تسبیح کے دانوں کی طرح مقدس ومربوط رہے اور جب اختلاف وانتشار پیدا کرلیا تو بکھرے پتھر اور کنکریوں کی طرح بے قیمت ہو گئے۔

اندلس سے سبق حاصل کریں

یاد رکھئے! جب مسلمان نے قرآن مجید کا حکم "تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو" کو نظر انداز کیا اور باہمی اختلاف کا شکار ہوئے اور مسائل میں الجھ گئے ان کو تباہی اور بربادی اور ذلت وخواری کا منہ دیکھنا پڑا۔ اندلس میں مسلمانوں نے سینکڑوں سال تک بڑی شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی اس وقت کی بنی عمارتیں اس وقت کی تہذیب وتمدن اور آباد کی ہوئی نشانیاں علم وثقافت کے معیار سے یوروپی ممالک نے سبق حاصل کیا ایک وقت وہ آیا کہ ان کو اپنے محل وتمام تر آثار چھوڑ کر جانا پڑا۔ اس لئے کہ جب تک وہ موحد تھے کلمہ توحید کی بنیاد پر مربوط تھے سب کچھ ٹھیک تھا جب اختلافات کا شکار ہوئے قبائلی عصبیت پیدا ہوئی، علاقائی جھگڑے جگہ جگہ طول پکڑنے لگے تو عیسائیوں نے اندلس پر قبضہ کرلیا مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ان کی عزت ووقار کو خاک آلود کر دیا۔

اور بڑی ہی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا، مسلمانوں کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ دیا گیا، لوٹ کھسوٹ اور زنا بالجبر ہوا۔ چھوٹی چھوٹی بچیوں اور بچوں کو عیسائی گھرانوں میں پال کر عیسائی بنایا گیا، علماء کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا گیا۔ علامہ اقبال نے اسی کا رونا رویا ہے۔ ؎

اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تری ڈالیوں پہ جب آشیاں ہمارا

خلیفہ کو بوڑھے کی نصیحت

تاریخ میں ہے کہ اندلس کا آخری خلیفہ عبداللہ عامر المنصور جب اندلس چھوڑ کر واپس جارہا تھا اور سمندر کے کنارے کشتیاں اس کا انتظار کر رہی تھیں تو وہ اپنی

بربادی پر رورہا تھا عین اس وقت پہاڑی کی اوٹ سے ایک بوڑھا اپنی لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اور بولا یہ دن تم کو دیکھنا تھا تم نے آپس کی لڑائیوں میں مسلمانوں کو قتل کروایا میرے چار جوان بیٹے جو میرے بڑھاپے کا سہارا تھے تم نے ان کو شہید کرادیا میں نے تمہارا شہر چھوڑ دیا اور پہاڑوں میں پناہ لی اور میں منتظر تھا ایک دن عیسائی تم کو رسوا کرکے نکالیں گے تو وہ آج کا دن ہے، اب کیا روتے ہو قیامت میں بھی تم کو بہت رونا ہے یہ کہہ کر بوڑھا چلا گیا، عامر منصور کو لگا جیسے آج ہی قیامت ہے۔

مسلم ممالک سے سبق حاصل کرو

امت مسلمہ میں ایسے بہت سے واقعات پیش آچکے ہیں لیکن ہم مسلمانوں نے ان سے سبق نہیں لیا اور اور اپنی روش پر قائم رہے اور نقصان اٹھا رہے ہیں سچی بات یہ ہے کہ اسلام کو دشمنوں اور غیروں نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا نقصان ہمارے آپسی اختلافات اور خانہ جنگی نے پہنچایا ہے افغانستان وعراق اور آج بھی فلسطین میں جو قتل عام اور خونریزی ہورہی ہے مسجدوں کو مسمار کررہے ہیں بہو بیٹیوں کی آبروریزی ہورہی ہے تو مسلمان ممالک یا تو ان کا ساتھ دے رہے ہیں یا خاموش تماشائی بن کر بیٹھے ہوئے ہیں، گویا اپنے کلمہ گو بھائیوں کے قتل عام کا سبب بنے ہوئے ہیں قرآن مجید میں ہے کہ بیشک یہ تمہاری امت ایک امت ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں تو تم مجھ ہی سے ڈرو مگر آج عرب ممالک بجائے اللہ سے ڈرنے کے دشمنان اسلام سے خوف زدہ ہیں یا تو ساتھ دے رہے ہیں یا تماشا دیکھ رہے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث اپنے سامنے رکھیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مؤمن کے لئے دوسرے مؤمن عمارت کی طرح ہیں جس کی اینٹیں ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں۔

محترم حضرات! مسلمان اگر جھگڑوں میں الجھ جائیں گے تو امت کی بنیاد کمزور ہوجائے گی اور ملت کی عمارت گرجائے گی اور یہ بہت بڑا جرم ہوگا جس کی جوابدہی میں قیامت کے دن بڑی مشکل پیش آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کہاں ہے؟

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا" میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حبل اللہ یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور متحد رہنے کا حکم کیا ہے یہ اللہ کی رسی کہاں ہے کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ قرآن مجید ہی اللہ کی مضبوط رسی ہے اس کو متحد ہوکر تھامنے کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کی بنیاد قرآن کریم ہے قرآن مجید قیامت تک کے لئے راہ نجات اور زندگی کا دستورالعمل ہے اسی کی بنیاد پر مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں اتحاد ہوسکتا ہے۔

آیت کریمہ میں اللہ نے رسی مثال میں پیش کی ہے اس سے بہتر کوئی مثال نہیں ہوسکتی، تھوڑا سا اس میں غور کیجیے کہ رسی جب بٹی ہوئی ہوتی ہے تو اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ اس میں بڑا سے بڑا طاقتور جانور بھی باندھا جاسکتا ہے۔ اور گاڑیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکتی ہیں، یہی ہے اتحاد کی طاقت، اور اس بٹی ہوئی رسی کو الگ الگ کردیجئے تو بہت ہی آسانی سے اس کو توڑا جاسکتا ہے یہ ہے اختلاف وانتشار کا نتیجہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کفار کے مقابلہ میں سخت اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:" مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً. محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جوان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر بہت بھاری ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدے میں دیکھو گے وہ اللہ کا

فضل اوراس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:" اَطِیْعُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلَهُ وَلاَ تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا" اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرواورتفرقہ پیدا نہ کرو،ورنہ بزدل ہوجاؤ گے اورتمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور ڈٹے رہو۔تو کامیابی کا راز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمابنرداری میں ہے۔ایک بات کہہ کر اپنی گفتگوختم کررہا ہوں وہ یہ کہ مسلمانو میں بہت ساری جماعتیں ہیں بہت ساری تنظیمیں ہیں تو ہم کس کی پیروی کریں کس کے ساتھ جڑیں جبکہ ان کا آپس میں بہت سے مسائل میں اختلاف بھی ہے کوئی غیر مقلد ہے کوئی بریلوی ہے کوئی دیوبندی،کوئی مودودی ہے،ہم کس کا دامن پکڑیں اس کا جواب رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث کے ذریعہ دیا جاسکتا ہے،آپ ﷺ نے ارشادفرمایا'اتبعوا السواد الاعظم'' بھاری جماعت کی پیروری کرو۔اللہ تعالیٰ ہمارے اندراتحادواتفاق پیدافرمائے۔آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

امام مہدی کا دورعدالت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى. اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتِ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابٌ وَخَيْرٌ اَمَلا. قَالَ قَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلاَيَعُدَهُ.صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

دنیا کو ہے اس مہدئ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہِ زلزلہ عالمِ افکار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مال اور اولاد دنیوی زینت میں اور باقی رہنے والی نیکیاں جوتمہارے پروردگار کے پاس میں ثواب اورامید کےلحاظ سے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال کوتقسیم کرے گا اوراس کوشمار نہیں کرے گا۔

بزرگانِ محترم، عزیز طلبہ، قیامت کب قائم ہوگی اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے البتہ صادق المصدوق ﷺ نے کچھ بڑی بڑی علامتیں اور نشانیاں بتلا دی ہیں ان میں سے ایک امام مہدی کا ظہور بھی ہے، حدیث میں ہے قیامت سے پہلے ایک وقت ایسا آئے گا کہ پوری دنیا میں کفر وشیطنت، ظلم وطغیان عروج پر ہوگا۔ اہل ایمان کے لئے اللہ کی یہ زمین اپنی وسعت وشادگی کے باجود تنگ نظر آئے گی، آسمان سے بارش قلیل مقدار میں ہوگی، زمین کی پیداوار میں کمی ہو جائے گی کیونکہ جب کمزوروں پر ظلم ہوتا ہے، یتیموں کے سروں پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں ہوتا، بیواؤں کی کوئی خبر گیری کرنے والا نہیں ہوتا، لوگوں میں شر اور برائی عام ہوتی ہے تو زمینی اور آسمانی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ لوگ بھوک مری اور قحط سالی کا شکار ہوتے ہیں۔ ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ.'' خشکی اور سمندر میں لوگوں کے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا (اس لئے) انکو چکھنا چاہئے اپنے کئے ہوئے کا کچھ مزہ، شاید وہ باز آجائیں۔ ایسی تاریکیوں اور اندھیروں کے دور میں اللہ تعالیٰ ایک مرد مجاہد اور عدل وانصاف کے پیکر کو پیدا فرمائیں گے جو دنیا کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جیسے کہ کفر وشیطنت سے بھر گئی تھی۔

امام مہدی کے ظہور کی بشارت

زمین خوب غلے اگائے گی آسمان سے بارشیں خوب ہونگی، جیسا کہ ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (آخری زمانے میں) میری امت پر ان کے ارباب حکومت کی طرف سے سخت مصیبتیں آئیں گی یہاں تک کہ اللہ کی وسیع زمین ان کیلئے تنگ ہو جائے گی اس وقت اللہ تعالیٰ میری نسل میں سے

ایک شخص کو کھڑا کرے گا اس کی جدوجہد سے ایسا انقلاب برپا ہوگا کہ اللہ کی زمین جس طرح ظلم وستم سے بھر گئی تھی اسی طرح عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔ آسمان والے بھی اس سے راضی ہوں گے اور زمین کے رہنے والے بھی، زمین میں جو بیج ڈالا جائے گا زمین اس کو اپنے پاس روک کے نہیں رکھے گی بلکہ اس سے جو پودا برآمد ہونا چاہئے وہ برآمد ہوگا (بیج کا ایک دانہ بھی ضائع نہ ہوگا) اور اسی طرح آسمان بارش کے قطرے ذخیرہ بنا کے نہیں رکھے گا بلکہ ان کو برسا دے گا (ضرورت کے مطابق بھرپور بارشیں ہونگی) اور یہ مرد مجاہد لوگوں کے درمیان سات سال، یا آٹھ سال، یا نو سال زندگی گذارے گا۔ قیامت کے قائم ہونے اور ان بڑی بڑی نشانیوں کے درمیان دوسو سال کا فاصلہ ہوگا ان میں امام مہدی کا ظہور ایک بڑی نشانی ہے، بہت سی روایتوں میں ہے کہ امام مہدی حضور علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے حسنی ہونگے باپ کی طرف سے اور حسینی ہوں گے ماں کی طرف سے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اور اس کی صلب سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کا نام ہوگا، یعنی محمد اور اخلاق میں آپ علیہ السلام کے بڑا ہی مشابہ ہوگا حضرت مہدی کے آخری دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور دجال کو جو اس امت کیلئے ایک بڑا فتنہ ہوگا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے جب قیامت قائم ہو جائے گی اور میدان حشر قائم ہوگا اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور دوزخیوں کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا تو اس وقت کیا کیفیت ہوگی؟

امت محمد کے لئے خوش خبری

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! وہ عرض کریں گے میں تیری بارگاہ میں حاضر و مستعد ہوں

اور ہر خیر تیری قدرت میں ہے۔ اللہ فرمائے گا لاؤ جہنم کا حصہ نکالو۔ حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے کہ جہنم کا حصہ کتنا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ایک ہزار میں سے نوسوننانوے اس پر بچے بوڑھے بن جائیں گے اور ہر حمل والی حمل گرادے گی، پس تو لوگوں کو مدہوش پائے گا۔ حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے مگر یہ اللہ کا عذاب شدید ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون نیک ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مبارک ہو تم میں سے ایک اور یاجوج ماجوج سے ہزار ہوں گے اس کے بعد فرمایا: '' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں کا چوتھائی حصہ ہوگے اس پر ہم نے تکبیر کہی، پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں کا تہائی حصہ ہوگے ہم نے تکبیر کہی، مزید فرمایا: مجھے توقع ہے کہ تم جنت والوں کا نصف ہوگے ہم نے تکبیر کہی فرمایا: تم لوگوں میں اس طرح ہوگے جس طرح سفید بیل کی جلد پر کالے بال یا سیاہ بیل کی جلد پر سفید بال ہوتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس امت کے بہت ہی کم افراد واصل جہنم ہونگے کیونکہ حضور علیہ السلام نے جو مثال دی ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ سفید بیل پر کہیں کہیں کالا بال رہتا ہوگا ورنہ وہ بھی نہیں اسی طرح کالے بیل پر بہت کم ہی سفید بال ہوا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت کا اول داخلہ نصیب فرمائے آمین! ہمارے اعمال تو ایسے نہیں مگر اللہ کی ذات بڑی اور بڑی شان والی ہے۔

دوستو اور بزرگو! میں حضرت امام مہدیؑ سے متعلق کچھ باتیں عرض کر رہا تھا بیچ میں قیامت کی ہولناکی کا تذکرہ آگیا اب پھر اسی طرف لوٹتا ہوں۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ سو کر اٹھے تو آپ ﷺ کا

چہرۂ مبارک سرخ تھا، نیز فرما رہے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس شر میں عرب کی تباہی ہے وہ قریب آگیا، آج کے دن یاجوج وماجوج کی فصیل میں اس قدر سوراخ پڑ گیا ہے اور سفیان راوی نے نوے اور سو کا حلقہ بنا کر بتایا آپ ﷺ سے پوچھا گیا کیا ہم ہلاک کردیئے جائیں گے اور ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ فرمایا: ''ہاں جب خباثت کی زیادتی ہوجائے۔'' (بخاری)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن پریشان سے ان کے ہاں تشریف فرمائے اور **لا الٰہ الّا اللّٰہ** کا ورد فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ عرب کی خرابی والا شر قریب آگیا حضور ﷺ نے اپنی انگلی اور انگوٹھے کا دائرہ بنا کر بتایا کہ اتنا سوراخ یاجوج وماجوج کی دیوار میں پڑ گیا ہے۔ حضرت زینبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم مرجائیں گے، حالانکہ ہمارے درمیان صالح لوگ موجود ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں جب غلیظ اعمال بڑھ جائیں گے۔ (بخاری ترمذی)

حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے طواف کیا اور آپ ﷺ اس وقت تکبیر کہتے جب آپ ﷺ رکن (حجراسود) کے پاس آئے، حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج کی دیوار میں اس قدر سوراخ ہوگیا، آپ ﷺ نے انگشت مبارک سے نوے کی مثل دائرہ بنا کر ارشاد فرمایا کہ اس قدر۔ (بخاری)

حضرت امام مہدی بیعت کریں گے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' دنیا اس وقت تک نابود نہ ہوگی یہاں تک کہ عرب کا فرماں روا نہ ہو جو

میرے اہل بیت سے تعلق رکھتا ہوگا اور جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔(ترمذی، کتاب الفتن)

ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کی جانب دیکھ کر کہا کہ میرا یہ صاحبزادہ سردار ہے، یہی نام رسول اللہ ﷺ نے اسے عطا کیا۔عنقریب اس کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا، جس کا اسم تمہارے نبی کے اسم جیسا ہوگا وہ اخلاق وعادات میں آپؐ سے مشابہ ہوگا، مگر شکل وصورت میں مشابہت نہیں رکھے گا، پھر اس کے بارے میں مزید بتایا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کردے گا۔(ابوداؤد)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام مہدی مجھ سے ہے، وسیع پیشانی اور اونچے ناک والا ہوگا اور زمین کو عدل وانصاف کے نظام سے چمکا دے گا، جب وہ ظلم وستم سے لبریز ہوگئی ہوگی، سات برس فرماں روائی کرے گا۔(ابوداؤد) حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک خلیفہ کی وفات پر اختلاف رونما ہوگا، اہل مدینہ سے ایک شخص دوڑ کر مکہ میں وارد ہوگا، اہل مکہ اس کے پاس آکر اسے باہر لائیں گے، حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتا ہوگا اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے وسط میں اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، شام کی جانب سے اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا جس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام بیداء پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ اس بات کا مشاہدہ کریں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے گروہ اس کے پاس آکر اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، اس کے بعد قریش کا ایک شخص نبی کلب کا بھانجا اس کی طرف لشکر کشی کے لئے بھیجا جائے گا تو وہ اس لشکر کو مغلوب کرلیں گے وہ لوگوں کے درمیان معاملات کا فیصلہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق کرے گا۔ وہ سات برس رہ کر وصال پا جائے گا لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔(ابوداؤد)

امام مہدی کا زمانہ

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے ایک خزانے کے پاس تین خلفا کے بیٹے قتل کئے جائیں گے، لیکن ان میں سے کسی کو بھی وہ خزانہ میسر نہ ہوگا، اس کے بعد مشرق کی جانب سے سیاہ نشان نمودار ہوں گے، وہ تمہیں ایسا قتل کریں گے کہ اس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے کچھ اور بیان فرمایا، جسے میں یاد نہ رکھ سکا، اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا خلیفہ مہدی ظاہر ہوگا جب تم اسے ظاہر ہوتے دیکھو تو گھٹنوں کے بل برف پر گھسٹ کر بھی جانا ہو تو اس کی بیعت کر لینا، کیونکہ وہ مہدی خدا کا خلیفہ ہوگا۔(ابن ماجہ)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں مہدی پیدا ہوں گے اگر وہ دنیا میں بہت کم رہے تو سات برس تک رہیں گے ورنہ نو برس ضرور رہیں گے، ان کے زمانہ میں میری امت اس قدر خوش ہوگی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی، زمین کا اس کے زمانہ میں یہ حال ہوگا کہ جس قدر اس میں پھل پیدا کرنے کی صلاحیت ہے سب پیدا کرے گی کچھ حصہ بھی پھل کا باقی نہ رہے گا، مال کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ ان کے سامنے ڈھیر لگا ہوگا لوگ ان سے کہیں گے مہدی ہمیں مال دو تو وہ کہیں گے جتنا جی چاہے لے لو۔(ابن ماجہ)

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں چند ہاشمی جوان آئے انہیں دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھیں بھر آئیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم حضور ﷺ میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی بات ضرور دیکھتے ہیں، جس سے ہمیں دکھ ہوتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے دنیا کے بدلے آخرت عطا کی ہے۔ بہت جلد ایسا وقت آنے والا ہے کہ میرے

اہل بیت نہایت تکلیف اور سختی میں مبتلا ہوں گے ان پر بڑی مصیبتیں آئیں گی، حتی کہ مشرق اور مغرب سے کچھ لوگ آئیں گے جن کے ہمراہ سیاہ جھنڈے ہوں گے ان کا مقصد دنیا کے خزانوں پر قبضہ کرنا ہوگا، لیکن لوگ ان کی راہ روکیں گے اس لئے وہ لوگوں سے جنگ کریں گے، اللہ تعالیٰ انہیں فتح عنایت فرمائے گا اور جس کام کا ارادہ کریں گے وہ پورا ہوگا اس وقت یہ لوگ اپنی حکومت کو پسند نہ کریں گے بلکہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو اپنا سردار مقرر کریں گے وہ محض زمین کو اس طرح عدل سے بھردے گا جس طرح لوگوں نے اسے ظلم سے بھر دیا تھا لہٰذا تم میں سے جو شخص اس زمانہ کو پائے وہ ان لوگوں میں شریک ہو اگرچہ اسے گھٹنوں کے بل برف پر کیوں نہ چلنا پڑے۔ (ابن ماجہ)

آپ حضرات نے امام مہدی کے تعلق سے سماعت فرمالیا اس کے نتیجہ میں آپ کیلئے یہ فیصلہ کرنا بالکل آسان اور سہل تر ہوگیا بلکہ یہ یقین ہوگیا کہ ابھی تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہوا اب تک جن لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا وہ سب جھوٹ اور فریب ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ بھی جان لیں آج کل مہدویہ فرقہ جس کی طرف منسوب ہے ان کو برا بھلا نہ کہیں مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچی ہوئی ہے کہ وہ مہدی موعود نہیں ہیں آپ تحقیق کیلئے علماء ہند کا شاندار ماضی جلد اول کا مطالعہ کرسکتے ہیں آپ کو پوری تحقیق ہوجائے گی۔

ایک حقیقت کی طرف اشارہ

جب بھی عام مسلمانوں کے سامنے بعض اہل مغرب کی حسد اور اسلام کو نقصان پہونچانے والی سازشوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں ایسا ممکن نہیں کہ کوئی بیت اللہ یا مکہ اور مدینہ کو نقصان پہنچا سکے۔ اور بطور دلیل قرآن کی سورۃ الفیل کو پیش

کرتے ہیں کہ جب کوئی ایسی ناپاک کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی سلوک کرے گا، جو ابرہہ اور اس کے لشکر کیساتھ کیا۔ حالانکہ قرآن کریم میں اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے محض ایک موقع کا ذکر فرمایا ہے کہ بیت اللہ پر حملہ آور ہونے والے دشمن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک کیا۔ مگر نبی کریم ﷺ نے ہمیں جو خبر دی ہے اس میں ایسی ایک انہونی کے ہونے کا برملا تذکرہ فرمایا ہے، یہ حدیث بخاری و مسلم سمیت متعدد کتب احادیث میں مختصراً اور مسند احمد میں مفصل موجود ہے، جس میں مسلمانوں کے دورزوال کا ذکر ہے کہ مسلمانانِ عالم اپنے دورزوال کے دوران جس آخری انتہا پر پہنچیں گے۔

حبشہ کا بدنصیب شخص

’’عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اہل حبشہ میں سے پتلی پتلی پنڈلیوں والا ایک شخص بیت اللہ کو تباہ کردے گا، اس کے خزانے کو ضبط کرلے گا، اس کے پردہ کو کھینچ کر پھاڑ دے گا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس وقت اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ وہ کشادہ اور ابھری ہوئی پیشانی والا حبشی شخص بیت اللہ پر مستقل لوہے کے ایسے ہتھیار سے حملے کررہا ہے جو چٹانوں کو بھی پاش پاش کردیتا ہے۔‘‘ (رواہ مسند احمد)

اس حدیث میں بیت اللہ پر حملہ کرنے والے جس شخص کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کی پہلی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ اس کا تعلق حبشہ سے ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں حبشہ ایک ریاست تھی جو مشرقی افریقہ کے وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں موجودہ زمانے کے ممالک صومالیہ، ارنیریا، ایتھوپیا اور کینیا وغیرہ شامل تھے اور بارک اوباما کا تعلق قدیم حبشہ کے اسی علاقے کینیا سے ہے۔ مذکورہ بالا

حدیث میں اس شخص کی دوسری نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پتلی پتلی پنڈلیوں والا ہوگا، اور اکثر لوگوں کو یاد ہوگا کہ اپنی صدارتی مہم کے آخری دنوں میں ری پبلکن امیدوار جان مک کین نے بارک اوباما کی ٹانگوں کو بطور خاص تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اس کا مذاق اڑایا تھا اسی کے ساتھ کشادہ اور ابھری ہوئی پیشانی کی علامت بھی اوباما میں موجود ہے، اسی طرح مدینہ منورہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے جو خبر دی ہے وہ صحاح ستہ کی کتاب سنن ابوداؤد میں مذکور ہے اور علامہ البانیؒ کی تحقیق کے مطابق سنن ابوداؤد میں مذکور ہے اور علامہ البانی کی تحقیق کے مطابق یہ روایت صحیح ہے، نبی کریم ﷺ کی اس پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں: ''بیت المقدس میں ہونے والی ایک تعمیر یثرب (مدینہ منورہ) کی تباہی کا سبب بنے گی اور مدینہ کی تباہی کے نتیجے میں جنگ عظیم کا آغاز ہوگا اور جنگ عظیم قسطنطنیہ (استنبول) کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوگی اور اسی کے ساتھ دجال نکلے گا۔'' (رواہ ابوداؤد)

اس حدیث نبویؐ میں بیت المقدس میں جس تعمیر کا تذکرہ ہے غالباً اس سے مراد یہودیوں کے ہیکل سلیمانی کی تعمیر ہے جس کے نتیجے میں عالم اسلام کے مسلمانوں کا شدید احتجاج ہوگا اور انتقامی کارروائی کے طور پر دنیا بھر میں مسلمانوں کی جانب سے اہل مغرب کے مفادات پر حملے کئے جائیں گے اور اس کے جواب میں اہل مغرب کی جانب سے مدینہ اور مکہ پر حملے کئے جائیں گے اور غالباً اسی دوران استنبول کو یورپ کا حصہ قرار دے کر اہل مغرب اس پر قبضہ کرلیں گے۔ اس کے نتیجے میں تیسری جنگ عظیم کا آغاز ہوجاےء گا۔ اس جنگ کے نتیجے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا شدید جانی اور مالی نقصان ہوگا بالآخر مسلمان استنبول کو دوبارہ فتح کرلیں گے۔ اس موقع پر مسلمانوں کی تعداد قلیل اور عیسائیوں کے معاشی طور پر دیوالیہ ہو

جانے کا فائدہ اٹھا کر یہودی اپنی عالمی بادشاہت کا اعلان کردیں گے اور یہودی بادشاہ مسیح الدجال منظر عام پر آجائیگا اور ان تمام واقعات کے درمیان زیادہ فصل نہیں ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''جنگ عظیم اور فتح مدینہ اور واقعۂ استنبول چھ سال کی مدت میں پیش آئیں گے جبکہ مسیح الدجال کے خروج کا معاملہ ساتویں سال پیش آئے گا۔'' (رواہ ابوداؤد)

دجال کا ظہور

مگر بظاہر اس پورے منظرنامے کو دیکھتے ہوئے ایک اہم سوال جو عام ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کی جو حالت زار موجودہ زمانے میں ہے یعنی مسلمان معاشی اور عسکری اعتبار سے پسماندگی کا شکار ہیں، جبکہ اہل مغرب ہر قسم کے جدید ہتھیاروں سے لیس ہیں، اس کے باوجود کس طرح مسلمان اہل مغرب کو شکست دے سکیں گے؟ تو اس کا جواب خود احادیث میں موجود ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سنا ہے کہ ایک ایسا شہر ہے جس کے ایک جانب خشکی اور ایک جانب سمندر ہے؟ صحابہ کرام نے فرمایا ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ (یعنی قسطنطنیہ ہے) تو آپ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتی کہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے 79 ہزار افراد اس شہر میں تمہارے مقابلے کیلئے نازل نہ ہوں گے۔ ایک جانب سے بحری اور دوسری جانب سے فضائی افواج حملے کے لئے اتریں گی، تمہاری پاس ان کے مقابلے کے لئے تیر تلوار (یعنی ان کے ہم پلہ اسلحہ) نہیں ہوگا، اس وقت تم صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہو گے اور ایک فوج جو سمندر کی جانب ہوگی گرجائیگی۔ (یعنی غرق ہوجائے گی) پھر دوسری مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہو گے تو دوسری

جانب کی بری فوج گر جائیں گی (یعنی زمین دھنس جائے گی) اس کے بعد تم تیسری مرتبہ جب اس الفاظ کو کہو گے تو ہر طرف کھل جائے گا (یعنی دشمن بھاگ کھڑے ہوگے) پھر شہر میں داخل ہوکر تم مال غنیمت سمیٹو گے کہ اچانک اعلان ہوگا کہ دجال نکل آیا ہے، تب تم ہر چیز کو چھوڑ کر دجال کی طرف پلٹو گے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح قسطنطنیہ کسی مقابلے کے نتیجے میں نہیں بلکہ خالصتاً معجزاتی طور پر مسلمانوں کو عطا کی جائے گی اور غالبًا اس کا مقصد مسلمانوں کی حالت ایمانی کو انتہا درجے پر لے جانا ہے تاکہ اس کے فوراً بعد خروج دجال کا واقعہ ظہور پذیر ہو تو اس کے مقابلے کی اہلیت مسلمانوں میں پیدا ہوسکے۔ چونکہ خروج دجال سے بڑا فتنہ نوع انسانی میں کبھی رونما ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا۔ چنانچہ اس فتنے کا مقابلہ صرف وہی مسلمان کرسکیں گے جن کی ایمانی کیفیت عوامی سطح سے بہت بلند ہوگی۔

شدید مصائب وآلام کی پیش گوئی

اسی نوعیت کا ایک اور اشارہ دوسری حدیث سے بھی ملتا ہے کہ جس کے مطابق مسیح الدجال کی آمد کے زمانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ مومنین کو ایک اور معجزہ بھی عطا فرمائے گا، یہ حدیث سنن ابن ماجہ مسند احمد اور مسند ابی یعلیٰ وغیرہ سے مروی ہے اور علامہ البانی نے اپنی کتاب ''قصہ مسیح الدجال'' میں نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسیح الدجال کی آمد سے قبل تین سال لوگوں کے لئے شدید مصائب کے ہوں گے۔ اس زمانے میں شدید قحط پڑے گا اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو حکم دے گا چنانچہ پہلے سال آسمان اپنا تہائی پانی روک لے گا اور زمین تہائی نباتات سے خالی ہوا اور محروم ہوجائی گی، دوسرے سال آسمان باقی ماندہ پانی میں سے مزید تہائی پانی

روک لے گا اور زمین باقی ماندہ سبزہ میں سے مزید تہائی سے محروم ہوجائے گی، پھر تیسرے سال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آسمان سے ایک قطرہ پانی نہیں برسے گا اور پوری روئے زمین چٹیل میدان ہوجائے گی، اور تمام چرند پرند ہلاک ہوجائیں گے، ماسوائے ان کے جنہیں اللہ باقی رکھنا چاہئے۔ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ایسے حالات میں انسان زندہ کیسے رہیں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت مومنین کا سُبْحَانَ اللّٰه، اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور اَللّٰهُ اَكْبَر کہنا ان کی غذائی ضرورت کو پورا کرنے اور روح وبدن کے رشتے کو قائم رکھنے کیلئے کفایت کرے گا۔''

بہر کیف مذکورہ بالا تمام اخبارات واحادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے اور موجودہ زمانے میں صیہونیت کے علم بردار یہودی نصاریٰ کی تیسری عالمی جنگ چھیڑنے کی شدید خواہش اور کوشش کو موجودہ امریکی صدر کے اقوال وعزائم کی روشنی میں دیکھتے ہوئے بظاہر نظر یہی آتا ہے، کہ ابن آدم وابلیس کے درمیان جس خیر وشر کی کشمکش کا آغاز روز اول ہوا تھا اس کا آخری معرکہ بہت نزدیک ہے۔☆

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

☆ اس تقریر کے اکثر اقتباسات احادیث اور اخبارات وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔

دعاء مانگنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

فطرت ہمیشہ اپنا تو یہ تجربہ رہا
راحت ملی ہے قلب کو ذکر ودعاء کے بعد

آپ ﷺ فرمادیجئے اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔ بلاشبہ وہ بڑی مغفرت کرنے والے بڑے ہی مہربان ہیں۔

معزز سامعین کرام بزرگو اور بھائیو! جو بندہ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے، سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے سے بہت خوش ہوتے ہیں اور جو جتنا ہی زیادہ مانگتا ہے اس سے اتنا ہی زیادہ خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ میرے بندوں مجھ سے مانگو میں تمہاری حاجت پوری کرونگا جو بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ مانگنے سے عبدیت ظاہر ہوتی ہے اور بندے کو بندہ بن کے رہنا معبود کو بہت ہی محبوب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے طریقہ بھی بتلا دیا کہ کس طرح مانگو۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اپنے رب کو گڑگڑا کر اور آہستہ سے پکارو۔ اللہ تعالیٰ سَمِیْعٌ وَّبَصِیْرٌ ہیں۔ کنوئیں کے اندر اگر کوئی کالی چیونٹی بھی چلتی ہے تو اس کو دیکھتے ہیں اور اس کے چلنے کی آہٹ کو سنتے بھی ہیں۔

اسلام میں خدا کا تصور یہ نہیں کہ وہ انسانی زندگی کے ہنگاموں سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا کوئی دیوتا ہے یا اسنے ایک بار دنیا کی آٹومیٹک مشین میں چابی بھر کے چھوڑ دی ہے اور اب وہ دور سے تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اسلام میں خدا کا تصور یہ ہے کہ وہ ہر آن کائنات کے انتظام میں تصرف کرتا ہے (کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ) وہ ایک ایک مخلوق کے رزق اور ضروریاتِ زندگی کا اہتمام کرتا ہے۔ (وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ)

وہ اشیاء اور ان کی قوتوں کے اندازے مقرر کرتا ہے اور ہر مخلوق کیلئے راہِ عمل متعین کرتا ہے۔ خَلَقَ فَقَدَّرَ فَهَدٰی وہ انسان کی مصیبتوں میں ان کی پکار سنتا ہے۔ یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ. وہ زندگی کے ایک ایک مرحلے میں قدم قدم پر ان کے ساتھ رہتا ہے (کنا شهوداً) اور خود مطالبہ کرتا ہے کہ میرے بندو! مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سنتا ہوں (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) اور میں تمہارے بالکل پاس ہوں فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ مسلمان تو خیر مسلمان ہے دعا اور پکار وہ کافر و مشرک کی بھی سنتا

ہے، خصوصاً جبکہ وہ مظلوم ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے حتیٰ کہ ستر ماؤں سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں۔ ایک غزوہ میں ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا وہ پریشان پھر رہی تھی کہ کہیں بچہ گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے دب تو نہیں گیا، کہیں تلواروں کا نشانہ تو نہیں بن گیا، کہیں دھول اور ریت میں پٹ تو نہیں گیا، حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام اس عورت کی پریشانی کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ ادھر ادھر دوڑ رہی ہے یکا یک اس عورت کا بچہ مل گیا تو جوش محبت میں چمٹا لیا اور پیار کرنے لگی۔ یہ بھی نہیں خیال کیا کہ اس کے بدن پر کتنی دھول لگی ہوئی ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے پوچھا یہ بتاؤ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہرگز نہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اس سے بھی کہیں زیادہ محبت ہے اللہ چاہتے ہیں کہ بندہ توبہ کر کے باز آجائے۔

انسان خصوصاً ایک مسلمان جب اپنے اللہ کے حضور دعا کرتا ہے تو وہ حسب ذیل اقرار واظہار کرتا ہے۔

بندہ اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات، مالک ارض وسمٰوات، مالک حقیقی مالک مطلق، منتظم کائنات، مشکل کشا اور دستگیر سمجھتا ہے۔ جانتا ہے کہ جو کچھ کرنا اور بدلنا ہے، سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔

بندۂ خاکی اپنے آپ کو محتاج، ضرورت مند، ناتواں اور سائل سمجھتا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرتا ہے۔ اس کی عظمت وقدرت قوت وہمہ گیری پر یقین اور اعتماد رکھتا ہے۔ وہ ایسا یقین اور اعتماد رکھتا ہے کہ اسے جو کچھ بھی حاصل ہوگا اسی کے در سے حاصل ہوگا۔ اور اسکی بگڑی اگر سنورے گی تو اسی کی نظر عنایت سے۔

ہدایت اور رہنمائی کی حاجت

دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نہ صرف دستگیری اور امداد کا محتاج ہے بلکہ اس کی ہدایت اور رہنمائی کا بھی اگر وہ اللہ کی ہدایت اور رہنمائی پر نہیں چلے گا تو پھر اللہ کیوں اس کی مدد کرے۔ لازماً اسے نہ صرف اللہ تعالیٰ بلکہ انبیاء اور رسل، ملائکہ اور کتب الٰہیہ اور جزا وسزا پر ایمان لانا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے یہی ذرائع ووسائل ہیں۔ بس دعا انسان کو توحید پرست ہی نہیں، مومن بھی بناتی ہے۔

دعا کا خالص تعلق ایمان سے ہے کیونکہ مومن اپنی بیشتر دعائیں آخرت کیلئے مانگتا ہے وہی دار البقاء، وہی دار القیام ہے۔

دعا کا خاص تعلق توبہ سے ہے کیونکہ گناہگار آدمی کی دعا مخلص نہیں ہوسکتی اور ضمیر کو از سر نو صاف وشفاف کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے، توبہ وہ دعا ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی کیلئے کی جائے۔ تب ہی اللہ کی رحمت متوجہ ہوسکتی ہے۔ اسی لئے بندے کو جو پہلا سبق سکھایا گیا ہے۔ وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے۔

دعا کے آداب اور طریقہ

دعا مانگنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ:

وہ حرام سے بچے، حرام روزی سے بھی اور حرام کاموں سے بھی۔

کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔

جو شئے روز ازل سے مقدر ہو چکی ہے اس کے خلاف دعا نہ مانگے مثلاً اے اللہ مجھے مرد سے عورت بنا دے یا اے اللہ! مجھے کبھی موت نہ آئے۔

دوسروں کی برائی نہ چاہے۔

یہ نہ کہے کہ ''اگر تو چاہے تو میرا قرض ادا کرادے'' بلکہ اس طرح دعا مانگے۔

''الٰہی! میرا قرض ادا کرادے۔'' آمین

صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگے۔

آسمان کی جانب نگاہ نہ اٹھائے۔

گناہوں کو ترک کردے۔

اپنے افعال پر پشیمان ہو کر توبہ کرے اور آئندہ کے لئے برے کاموں سے پرہیز کرنے کا عزم کرے۔

اگر اس نے کسی مرد یا عورت کا حق غصب کیا ہو یا کسی پر ظلم یا زیادتی کی ہو، سود کھایا ہو، غیبت کی ہو، اخلاقی مالی یا جسمانی ایذا پہنچائی ہو تو وہ غصب کیا ہوا حق واپس کرے، اپنے مال کو حرام سے پاک کرے، مظلوم سے معافی مانگے اور ایذا کا ازالہ کرے۔

صرف زبان سے توبہ کرلینا کافی نہیں بلکہ دل سے توبہ کرے۔

بہتر ہے کہ گناہوں کا کفارہ ادا کرے صدقہ وخیرات کرے، روزہ ونوافل کا اہتمام کرے۔

بہتر ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے کوئی نیک کام کرے۔

ناپاکی اور نجاست سے محفوظ رہے۔

غسل کرے یا کم از کم وضو کرے۔

دوزانو بیٹھے

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے۔ زیادہ مناسب ہے کہ دو رکعت نفل (صلوٰۃ الحاجات) پڑھ لے۔

رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجے۔

جس طریقے سے خدا نے دعا مانگنا سکھایا ہے اس طریقے سے دعا مانگے۔

بہت بہتر ہے کہ دعا قرآن کی زبان میں یا حدیث کی زبان میں مانگی جائے۔

اگر اپنی طرف سے اپنی زبان میں کچھ اور کہا جائے تو مضائقہ نہیں۔

صرف اپنی ذات کے لئے دعا نہ مانگے بلکہ حضورؐ سمیت تمام پیغمبرؑ فرشتے صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعینؒ تمام مومنین ومومنات اور اپنے زندہ ومردہ اعزہ واقارب کے لئے مانگے۔

اسلام کی بقاء وترقی کے لئے اور دشمنانِ اسلام کی شکست کے لئے دعا مانگے۔

خشوع وخضوع سے دعا مانگے۔

جو الفاظ استعمال کرے ان کے معنی ومطلب کو سمجھے۔

ایک ہی مقصد کے لئے دعا مانگے۔ کم از کم تین بار۔

دعا میں اثر ہونے کی جلدی نہ کرے اور ناامید نہ ہو۔

دعا مانگنے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے۔

اگر کسی کام کیلئے بار بار دعا کرتا ہے مگر مقبول ہوتی نہیں دکھا دے رہی ہے۔ تو بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو ممکن ہے کسی خاص مصلحت کیوجہ سے دعا میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ. دوسری جگہ ارشاد باری ہے وَلَا تَيْئَسُوْا مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَيْئَسُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو اللہ کی رحمت سے کافر کو ہی مایوسی ہوتی ہے۔ بسا اوقات بندہ ایک چیز کی دعا کرتا ہے حالانکہ وہ دعا اس کے لئے مفید اور کارآمد نہیں تو اللہ تعالیٰ چونکہ بندوں پر بڑے ہی مہربان ہیں وہ

جانتے ہیں کونسی دعا بندے کیلئے مفید ہے وہ دعا قبول کرتے ہیں جس میں نقصان ہے وہ دعا قبول نہیں کرتے۔

یاد رکھیئے! دعا کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہے لیکن بعض اوقات میں قبولیت دعا کی زیادہ امید ہے۔مثلاً

شب قدر، رمضان المبارک کا پورا مہینہ☆ ذی الحجہ کی نویں تاریخ☆ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات☆ جمعہ کا پورا دن☆ رات کا آخری حصہ☆ اذان کے فوراً بعد، قرآن مجید کی تلاوت کے بعد۔

دعا کیلئے مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، ورنہ کوئی اور مسجد دورانِ حج، دورانِ جہاد، نماز کے بعد میت کے پاس اس کی جاں کنی کے وقت اور مرنے کے بعد، سجدہ نماز میں، ختم قرآن کے بعد، عیدین کی نماز کے بعد، زمزم کا پانی پینے کی حالت میں وغیرہ۔

حدیث شریف میں آتا ہے **الدعاء مخ العبادة** دعا عبادت کا مغز ہے۔آپ علیہ السلام کا معمول تھا کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کی تعریف کرتا ہے: **اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ .** وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے خدا کو یاد کرتے ہیں۔حضور علیہ السلام اللہ کی طرف سے بخشے بخشائے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔**اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیْناً . لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَیْکَ وَیَهْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماً**۔ہم نے آپ کو کھلی فتح عنایت کی آپ کے اگلے اور پچھلے سارے گناہوں کو اللہ نے معاف کردیا اور اپنی نعمت آپ پر مکمل کردی اور آپ کو سیدھے راستے کی رہنمائی کردی۔ایسی خوشخبری اور بشارت سننے کے باوجود حضور ﷺ بڑی کثرت سے

دعائیں کرتے، نوافل پڑھتے حتیٰ کہ حضور ﷺ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام گناہوں کو معاف کردیا پھر بھی اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ہم کو ہمیشہ اللہ کی رحمت کی امید کرنی چاہیئے اور جو کچھ نعمتیں میسر ہوں ان کی قدر کریں اور شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی پکی توبہ کرنی کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

بحمداللہ تعالیٰ

خطبات رحیمی کی نویں جلد تمام ہوئی۔

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

☆☆☆